

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

رائے عالی علیا حضرت ثریا جاہ کرنل نواب گوہرراج عابدہ سلطان بیگم صاحبہ ولیہ عہد
بھوپال دام اقبالہا۔

قرآن کریم و تعمیر انسانیت کے عنوان سے جو رسالہ عزیزہ رقبہ نے شائع
کیا ہے میں نے پڑھا۔ اگرچہ ہر جگہ اختصار سے کام لیا گیا ہے حتیٰ کہ جی کہہ اچھا
یع کہہ اور چاہئے وسعت ترے بیان کے لئے پھر بھی ہر مضمون اپنی نوعیت کے
محاط سے جامع اور واضح ہے عبارت پاکیزہ بلند اور بعض مقامات پر شکوہ ہو۔ سے
بڑی خوبی یہ ہے کہ نہ کسی مذہب پر اعتراض نہ کسی سماج پر نکتہ چینی بلکہ قرآن مجید کی تعلیم
کو خاصا الفاظ میں لے لیا گیا اور تالیف پر آیات قرآن کریم، احادیث و تاریخ اسلام سے سند شریک کو
بنادیا اگر کوئی بھن اثبات واجب الوجود کے متعلق کوئی سوال کرنا چاہیں یا تخلیق کوئین
کے معنی کی گتھی سلجھانا چاہیں یا مسائل اخوت پر موشگافی کرنا چاہیں یا تو کرئیس کے
لئے کوئی تویذ طلب کرنا چاہیں، تو قرآن کریم و تعمیر انسانیت کا ملاحظہ کریں۔

یہ رسالہ اس قابل ہو کہ ہر گھر میں رکھا جائے بار بار پڑھا جائے اور بچوں کو ازبر کیا
جائے کہ صراطِ مستقیم کے لئے ایک رہنما ہے رقبہ ریاست بھوپال کی ایک بانیہ نازنہ عمر مونس
خالون ہیں جس کے متعلق علماء و محققین کی یہ رائے ہے کہ تاریخ ہند میں رقبہ مسلمہا علوم
دینیہ کی پہلی فاضلہ ہیں انکو اس پیش پہ کتاب کی اشاعت پر مبارکباد دی ہو اور امید
کرتی ہوں کہ جن جن اشخاص کی نظر سے یہ لکھ گزرے گا وہ رقبہ کی محنت و کاوش جانکاہی اور ذوق
و شوق کی داد دیں گے۔ مورخہ۔ مارچ ۱۹۴۳ء۔

رائی گرامی وحید و ہرذوقیدھرمولف فقہ القرآن و افادات الکرام وغیرہ علامہ سنی

جاوید اللہ ترکی مستنار اللہ بطول حیات

خدا کا شکر ہے کہ اس نے فاضلہ رقیہ بنت خلیل عرب سے مذاکراتِ علمیہ کا یہ
موقع دیا۔ اٹنا گفتگو میں جبکہ وہ فصیح عربی بولتی تھیں تو میرے تعجب کی انتہا نہ تھی
اس لئے کہ نہ انھوں نے عرب دیکھا اور نہ عربیات سے انھیں گفتگو کا موقع ملا۔ اسل
امید فقہ میں انکی نظر نقد و اصابت دیکھ کر میں ششدر رہ گیا اور یہ کہنے پر مجبور ہوں
فاضلہ رقیہ علوم دینی و ادبی میں جو بہارت رکھتی ہیں وہ نہ ہند بلکہ عرب میں بھی نادہ روزگار
میں حلی و جلہ بیریہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایسی فاضلہ دنیا اسلام میں دو صدی سے پیدا نہیں
ہوئیں۔ ہیں اہل ہند کو عموماً اور اہل بھوپال کو خصوصاً قابلِ مبارکباد سمجھتا ہوں جہاں
یہ ایسی نادہ روزگار پیدا ہوئیں۔ تعمیرِ انسانیت اور قرآن کریم عتنا اہم موضوع ہی
اربابِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں جس شخص اور غائر اسلوب سے مولفہ نے پچھلا حصہ لکھا
اگر اور اجزا الہی مولفہ توفیق ایزدی سے اسی طرح پورا کر سکیں تو دنیا اسلام میں
یہ با وقعت اور اہم دینی و تمدنی خدمت ہوگی نقدِ اصول فقہ یہ ایسا موضوع ہے کہ
اسکی ضرورت کا احساس زمانہ ہر حقیقت شناس عالم میں پیدا کر رہا ہے اگر یہ خدمت
ہندوستان میں ہوئی تو تاریخ کا یہ ایک اہم کارنامہ ہو گا۔ حیرت مند کو بجا ناز ہو گا
میں ہر مسلم کی حمیت دینی اور ہر انسان کی حمیت انسانی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مولفہ
کی حقیقی الوسع ہمت افزائی میں کوشش کریں اور دنیا علم کو انکی نافع تالیف سے
بھرہ اندوز ہو گیا موقع دیں اور ہر عالم سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی لڑکیوں کو
ٹھوس طریقہ پر علوم دینیہ و ادبیہ کی تعلیم دینے میں میرے مخلص دوست ابو
رقیہ کی بہترین مثال پیش کر سکیں کوششِ بجاں دول کریں۔
(خدا کے بند و کینزانِ خدا کے حق میں انصاف کرو)

مؤرخ جلیل، فاضل نہیں علامہ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی متعنا اللہ بطل حیاتہ آمین

میں نے رسالہ ”قرآن پاک اور تعمیر انسانیت“ کو بغور پڑھا یہ بڑی لیاقت اور قابلیت سے لکھا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قلم کی نظر میں قرآن پاک کا سارا مواد سامنے ہے، خیالات بلند، نکات نادر اور طریق تعبیر دلنشین، طرز بیان سنجیدہ۔

اگر مجھے پہلے سے مؤلفہ کی قابلیت کا ذاتی علم نہ ہوتا تو میں مشکل اس کو کسی خاتون کی تصنیف یقین کرتا، لیکن عزیزہ مؤلفہ کی اعلیٰ علمی و ادبی و دینی قابلیت کا علم پہلے سے تھا اور اس لئے اُن کے قلم نے جو کچھ لکھا ہے وہ میری عین توقع کے مطابق ہے اور کیوں نہ ہو، ماشاء اللہ وہ مولانا سید امیر علی صاحب مرحوم سابق صدر اعلیٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء، مؤلف تالیفات کثیرہ کی نواسی اور شیخ حسین صاحب عرب محدث یعنی شیخ الکل فی الحدیث کی پر پوتی، شیخ محمد صاحب عرب مرحوم استاذ ادب دارالعلوم ندوہ کی پوتی اور شیخ خلیل صاحب عرب ندوی سابق پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی و مدرسہ عالیہ کلکتہ کی صاحبزادی ہیں۔ انھوں نے پوری تعلیم پردہ کے اندر اپنے والد ماجد سے حاصل کی ہے اور بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستانی مسلمان خواتین میں ادب عربی اور دینیات کی ایسی فاضلہ

کسی دور میں نہیں گذری، اللہ تعالیٰ عزیزہ موصوفہ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور اُن کے علم کو اُن کے عمل کا ذریعہ بنائے۔

زیر نظر رسالہ میں قرآن پاک، احادیث اور روایات کے ذریعہ سے اُس نسا بلندی کا خاکہ کھینچا گیا ہے جو اسلام کا مطلوب و مقصود ہے اور عقائد و عبادات و اخلاق و معاملات کی تشریح میں سلام کے نقطہ نظر کو بخوبی واضح کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں سیکڑوں آیتیں اپنے اپنے موقع پر پیش کی گئی ہیں ان میں سے صرف دو موقع ایسے ہیں جن میں میرے خیال میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے ایک ص ۲۷ میں آیت کریمہ والذین اذا ذکر سورہم لم یحسوا علیہا صمًا و عمیًا ناذرنا انہم کے مطلب کے تعین میں اور دوم ص ۳۷ میں ولوانا لنبینا علیہم ان یقتلوا انفسکم و اخرج من ديارکم ما یجلوہ الا قلیل منہم کے مواقع اور محل میں ممکن ہے ایک دو موقع اور بھی نکلیں۔ یہ رسالہ جس رتبہ کا لکھا گیا ہے اگر وہ کسی مر کے قلم سے نکلتا وہ بھی داد کے قابل ہو تاچہ جائیکہ ایک پردہ نشین خاتون نے اسکو لکھا ہے۔ اس لئے ہر منصف مزاج تحسین و ستائش پر مجبور ہے۔

یہ رسالہ اُن تمام بے پردہ تعلیمیافتہ خواتین کیلئے بھنوں سنئے یونیورسٹیوں میں اپنی تمام مشرقی و مذہبی روایات کو ٹھکرا کر تعلیم حاصل کی ہے گھلا چلیخ ہے جس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ علم کا بلند آشیانہ گھر کے اندر ہے یاہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ عزیزہ موصوفہ کے علم و عمر میں برکت دے۔ والسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مستطاب وحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف از صدر العلماء و اخصیاء العلوم مولانا مولوی محمد حسن صاحب قاضی ریا
بہوپال یتعن اللہ بطول حیاتہ -

عزیزہ رقیہ سلمہا حافظہ حدیث علامہ شیخ حسین الانصاری الیامانی کی پربو قتی
ہیں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرما دیا کہ بہوپال کی علم پرستی نے بہوپال پہنچایا
ان کے بارے میں مولانا عبد الرحمن مبارکپوری صاحب ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رائے
مع مسند اور مشہور ادیب مولانا عبد العزیز مبینی پورہ قندیسلمیہ ریوڑی کی رائے
دیکھی دونوں فاضل متفق اللفظ ہیں کہ عزیزہ بڑی فاضلہ و ادیبہ عربی ہیں۔ انہوں
نے اپنے والد سے حدیث و ادب عربی کی انتہائی کتابیں اور فقہ و اصول
فقہ و فرائض اپنے والد اور مولانا عبد الرحمن مدرس جامعہ احمد
بہوپال سے جو فقہ کے کامیاب مدرس ہیں پڑھی ہیں۔ مولانا عبد الرحمن فرماتے
ہیں کہ فقہ و اصول فقہ و فرائض انہوں نے محققانہ نظر سے پڑھے ہیں۔ اردو
مجلات کے علاوہ جریدہ العرب میں ان کے عربی مضامین شائع ہوئے۔ عربی یہ
بلا تکلف بولتی اور لکھتی ہیں

۴ ربیع الاول ۱۳۸۶ء کو مجھ بھی ان سے ہدایہ سننے کا اتفاق ہوا۔
دوران گفتگو میں اصول فقہ و مسائل فقہیہ پر معروض بحث میں ان کو جس اندازہ ہوا کہ انکی
قابلیت اعلیٰ پیمانہ پر جو ہیں نہ صرف ان کے والد بزرگوار کو قابل مبارک باد سمجھتا ہوں بلکہ
مسلمانان ہند کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ہندوستان کی تالیفیں پہلی فاضلہ ہیں
جو علوم دینیہ و فنون ادبیہ کی ماہر ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت دے
اور انکو نوائین میں علوم دینیہ کے نشر کا موقع عطا فرمائے۔ آمین
۱۹۲۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب انعمت فرد

گذشتہ سال اپنی ایک بزرگ کرم فرما محترمہ مسز صوفی حبیبہ ام آ اور حید آباد کی دوسری مخلص بہنوں کی خواہش پر ایک بار پھر میں نے دکن کا سفر کیا۔ عجم محترم مولانا محمد یار جنگ مرحوم کے ہنگامہ میں مقیم تھی۔ اسی اثناء میں مجلس اتحاد المسلمین کا سالانہ جلسہ بمقام جالانہ منعقد ہوا۔ جلسہ کے صدر استقبالیہ ٹائیچ العقاد کی اطلاع دیتے ہوئے یہ خواہش فرمائی کہ میں اس موضوع پر اظہار خیال کروں غرض زیر نظر مقالہ تاثرات کا ایک دھندلا سا عکس ہے جسے میں قوم کے سامنے اس اعتراف کے ساتھ پیش کر رہی ہوں کہ میرا قلم موضوع کا حق ادا نہیں کر سکا۔ اور اگر کہیں جلسہ کی شکر گزار ہوں جنکی تحریک سے ایک مستقل سلسلہ مضامین شائع کرنیکی طرف مجھے ہدایت ملی۔

ان اربد الا اصلاح ما استطعت۔ جلسہ میں اسکا صرف ابتدائی حصہ پڑھا گیا تھا۔ انشاء اللہ آئندہ فرصت میں دوسرے لمحات مضامین بھی پیش کر دوں گی۔

رقیہ بنت خلیل عرب

قرآن کریم اور تعمیر انسانیت

احمدک اللهم حمدین اخلص النیتہ لوجہک الکریم واشکرک شکر من اطاعک
لذا تک وابتغار رضوانک لعیمم اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

تفرد بالعدو السلطان و اشھد ان محمداً عبده و رسوله بعثه الله رحمة
للانسان صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علی آلہ الاطھار و صحبہ الطہرین الایما
اما بعد۔

حضرات۔ میری تقریر کا موضوع ”قرآن کریم اور تعمیر انسانیت“ ہے
میں چاہتی ہوں کہ اس وقت آپ کو اس قرآن مجید سمکھام کر دوں جو تیرہ سو
سال سے تمام چہان سے عموماً اور آپ کے اسلاف سے خصوصاً مخاطب ہے
بلاشبہ قرآن کریم کی ثقافت تنہا ایک قوم کیلئے خاص نہیں ہے بلکہ وہ انسان
ذہن و شعور کی اصلاح کا عالمگیر پیغام اور اسکے اخلاقی و کردار کی اعلیٰ تربیت
کا مکمل نظام ہے جو مادیت اور ردحانیت کے امتزاج کے ساتھ ساتھ
تمام اقوام کو انسانیت کی سطح مرتفع پر پہنچانے کا ضامن ہے۔ وہ روحانیت
کی ایسی تعلیم نہیں ہے جس کے اثر سے انسان لفظ کی زندگی گزارے، نہ
محض مادیت کی ترویج اسکا مشن ہے کہ بھائی سو بھائی کے اور بھائی ہم ساری
کے تعلقات ناجبرانہ ہو جائیں اسکی تعلیم میں تانے اور کانے کی بو نہیں
وہ دنیا سے بے حیائی۔ فرعونیت بربریت کو دور کر دینے والا طوفان ہے
اور عالمگیر اخوت، مساوات، بلند کردار، اعلیٰ اخلاق و انسانیت کا علمبردار ہے
حضرات۔ علوم و فنون کا وہ کونسا شعبہ ہے تہذیب و شائستگی اور
انسان کی ہر جہتی ترقی کے وہ کونے اصول ہیں جنہیں اس کے واشگاف
نہیں کیا یا ان پر کسی نہ کسی طرح ترغیب نہیں دی ترقی کے معنی اگر صرف
مادی چیز پر اترنا ہیں تو یہ واقعہ ہے کہ قرآن کریم میں اسکے پرزے

بنانے کی ترکیب نہیں لکھی ہے۔ ہاں مگر میں یہ پوچھتی ہوں کہ تفکر فی الخلق
 کی دعوت پہلے کس نے دی۔ ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ جِيعًا مِّمَّا تَكْتُمُونَ﴾
 پہلے کس نے سنایا اور دعوت ملک و ماز دی۔ ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾
 کہنگر پہلے کس نے انسان کو سرفراز کیا۔ غرض قرآن کریم نے انسان کو وہ
 کچھ بخشا جو اسکے سوا کسی نے نہیں بخشا۔ حریت نفس، حریت خیال، حریت
 یہ وہ انسان کے پیدا کئی حقوق تھے جنہیں قرآن اور صرف قرآن ہی نے
 تسلیم کیا اسلام کے اس خزانہ عامہ میں۔ ہزار ہا ذخائر و نوادہ موجود ہیں پھر بھی
 اسکے خازن ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ بناؤ ہمارے پاس کیا کیا ہیں؟
 قدرت کی عظیم الشان بخشاکش اور ہمارا اس سے تغافل، اسکی کرم گستری
 اور ہماری ہیوشی کتنا افسوسناک منظر اور کیسی تلخ حقیقت ہے۔ دیکھئے
 دوسری آزاد قوموں کی یونیورسٹیوں میں فاضل ادب عربی کا کورس صرف
 قرآن کریم اور صحیح بخاری شریف سے مرتب کیا گیا ہے۔ کیا یہ درس عبرت نہیں
 یہ حقائق ہیں متنبہ کر رہے ہیں کہ قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی رہبری جسطرح غیر مہذب اقوام کیلئے ضروری ہیں اسی طرح اسکے پائدار
 اصول آزاد اور مہذب اقوام کیلئے بھی مشعل راہ ہیں۔ برادران ملت
 یہ حجاب رشک صدر وزن ہے جس سے مجھے آپکی شمع ایمانی کی لو بڑھتی
 نظر آرہی ہو، آپ قرآن کریم سے کیا حقہ فیضیاب ہونا چاہتے ہیں گویا بالفاظ
 دیگر ترقی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں۔ آپکو یہ اقدام مبارک میں سے
 پہلے قرآن کریم پر آپکے اسلاف کا جوش عمل اور احکام الہیہ کے آگے انکی اطاعت

کی کیفیت مختصر بیان بیان کرونگی اسکے بعد عقائد میں سے صرف توحید اور
قیامت کی تفصیل میں جاؤنگی آخر میں قرآن کریم کی روشنی میں انسان اور انسانیت
کی ترقی کا جو بلند ترین معیار ہے اسے ثابت کرنے کی کوشش کرونگی موضوع
اتنا اہم ہے کہ میرے لئے محقّقوں نے وقت میں اسکا احاطہ مشکل ہے۔
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ایک عقل مؤیدہ من اللہ اور ربہ کامل
نے ۲۳ سال تک قرآن کریم کی عملی تفسیر کی اور بندوں کو انکے معبود کے
احکام واضح کر کے بتائے۔ ربہ کا علم و تجربہ اور ربہ و دنیا کی سعادت مند ہی اور
استعداد کہ انکا دماغ فرش زمین سے اٹھ کر عرش بریں کی سیر کرنے لگا، اور
جو کچھ بھی نہیں خبر وہ سب کچھ ہو گئے۔ یاد کیجئے کہ ہمارے اسلاف نے
قرآن مجید سے عہد باندھا تو اسے کیا سنا تھا۔ قرآن کریم انکو پکارتا تھا تو وہ دوڑ
کرتے تھے وہ کوئی خبر دیتا تو یہ آمنا و صدقنا کہتے، اسکے الفاظ کی کروٹوں میں
بال برابر بھی زجر و توبیخ یا عتاب کے معنی پاتے تو ہسم جاتے اور زار و قطار روئے
لگتے اور توبہ مستغفار کرتے، اسکے ہر حکم پر وہ خود پر دانہ دار قربان زر و مال
بیوی بچے اور رشتے قربان تھے۔ قرآن کریم کے احکام پر شوق تعمیل انہیں
پیش زبیر پارکھتا تھا اس فضیلت عظمیٰ کے مقابلے میں شوکت و شان اور
دنیادی طمطراق انکی نظروں میں ہیچ تھا، وہ رہبان فی اللیل و فرسان
فی النہار رہتے۔ ماحول کی ناموافقیت کی انہیں ذرہ برابر پرواہ نہ تھی
انکی زندگی سادہ تھی، شادی وغیہ میں انکے ہاں وہی رسمیں رائج تھیں جو
قرآن نے یا اسکے سمجھانے والے نے انکو سکھائی تھیں، خاندانی غیر ضروری

زمین اور سماج کی لایعنی پابندیاں پیغمبر کی عطا میں وہ کسے فراموش کر چکے تھے
 حضرات! آپ کے اہل فتنے نرم بستر چھوڑے اور کانتوں پر سناٹے باندھ کر
 کر کے رسوا کئے گئے، مرد قورمرد، عورتوں کو شہداء اور بیکہری روٹی کھلا کر دھوٹا پس
 کھڑا رکھا گیا اور پانی کے ایک ایک قطرے کو ترسایا گیا، انہیں لوہے کی زردہ لینا
 کر تپتی ہوئی چٹانوں پر عسبیا گیا، یہ سب جو رومتم ان پر اسلئے تھے کہ وہ جانتا
 اسلام کا توحید نہ پر حصین قرآن کریم کی تلاوت نہ کریں، اور نیکو کاری کی اشاعت سے
 باز آجائیں مگر ان اللہ کے بندوں کا جذبہ عقیدت دربار معبود میں گراں بہا
 حیثیت رکھنے والا تھا، آخر شمع نبوت کے پروانے امتحان حق میں پورے اترے
 اور اعجاز قرآنی کے متولے اسی کا راک لاپتے رہے۔ حضرات! انہوں نے
 سمجھ بوجھ کر اس جبل متین کو نہایت مضبوطی سے پکڑا تھا وہ خوب جانتے تھے
 کہ اسی میں ہماری اور کل عالم کی فلاح ہے اور دنیا و آخرت کیلئے یہی کلید
 کا مزانہ ہے۔ یہی حقیقت کبریٰ دنیائے زیاں کاری کا استیصال کر سکتی
 آئیے ہم تلاش کریں کہ وہ کونسی حقیقت تھی اور وہ کونسا سحر شفا فرما
 آب حیات کا پہلا جرعہ تھا جس نے انکے دماغوں کو ہر قسم کے گرد و غبار سے اور
 دلوں کو کفر و فتناء و باہمی بغض و حسد سے پاک کر دیا تھا، انکے ذہنی انتشار
 کو دور کر کے انہیں ایک نصب العین کی طرف مائل کر دیا تھا۔ عجز کرنے کے بعد
 ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ پہلا جرعہ توحید کی پاک تعلیم تھی کیونکہ حیط
 ایک وحشی جانور کو کسی میوزیم کے سجے سجائے کمرے میں لاکر چھوڑ دیا جاتا تو وہ
 اسے بدلتا اور برباد کر ڈالے گا ٹھیک اسی طرح عقائد قاسدہ اور اوصاف ظالم

انسان کے قلب و دماغ پر تسلط پا کر انکی متنوع استعداد کو کچل کر رکھ دیتے ہیں
 تاریخ کے اوراق اس حقیقت کو دھراتے چلے آئے ہیں کہ مینویان دین کی
 غلط رہنمائی، علماء و سو کی شخصی عظمت کا دباؤ، اور حانیت کی بیچ در بیچ
 روادوں میں انسان کا علو اور گمراہی یہ تمام اسباب اسکے متنوع مقاصد کی
 تکمیل میں سد راہ ثابت ہوتے ہیں کیونکہ عقیدہ و خیال کا اثر انسان کے اعمال
 پر اور اعمال کا اثر اسکے جماعتی ضبط و نظم پر لازمی طور پر پڑتا ہے۔
 حضرات جلیلہ مظاہر قدرت اور آیات ربوبیت حیرانی انسان کے جہاں
 عبودیت کا باعث بنی بہ طرح جب کبھی بھی اور جہاں کہیں بھی انسانی دین نے
 شرک کا تصور یا مذہب ہمیشہ اسکی تہ میں خیال کا یہ دھوکہ کار فرما رکھا کہ نہایت
 عناصر کے اتنے بڑے انتظام کی اہل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ ہر بار انکا دین
 مشاہدہ اور قیاس کے اس پہلو پر پہنچ جایا کرتا ہے کہ ایک معمولی گھر کے انتظام سے بہتر
 بڑے ملکی انتظام کسی ذات واحد کے علم و مدداری پر نہیں چلا کرتے۔ پھر اسی کیساتھ
 ساتھ دنیا میں ایک حاکم کی موت دوسرے کی تخت نشینی ایک فسر کی مغرولی دوسرے کا
 تقرر اور افسران تخت کے در پر عوام کی جنس سائی خود غرضی، خوشنہاد، اور ثروت
 کی گرم بازاری ان تمام چیزوں کو وہ لازمہ نظم و نقش اور بادشاہ و رعیت کی تقدیر کا
 ایک جزو لازمی بنیں کرتے ہیں اور خود اسی پر قیاس کر کے اسی مجدد و عقل کے فیصلے
 انہوں نے یہی ادنیٰ معیار اپنے معبود اور اسکے دربار کا مقرر کر لیا ہے۔ بسا اوقات
 اسی خام خیالی کے عملی نمونے آپلن مواقع پر بھی دیکھ لیا کرتے ہیں جہاں کسی
 مذہب سے تعلق رکھنے والا ایک نا فرض شناس انسان کچھ مادی سامان لئے ہو

کسی کے مزار پر جا رہا اور بزرگم خود اپنے مالک حقیقی کو اپنے کردار سے ناواقف سمجھنے
 ہوئے غیر کے آستانے پر سجدہ کرنا ہوا نظر آتا ہے اسوقت اسکا دل اس یقین سے محو
 ہوتا ہے کہ ہماری زبان میں اثر نہیں سنے آستانہ بے غیر نذر عقیدت اور انے امداد مانگنے
 سے بہت سی دولت عزت اور ملازمت و اولاد حاصل ہو سکتی ہے اور ہماری توبہ بھی قبول
 ہو جائیگی (خواہ اسکا عمل رزق کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) بعض نادان لوگوں نے تو یہاں
 تک سنا گیا ہے کہ (اویس تعلیم یافتہ بھی اس دہم میں مبتلا ہیں) کہ ایک سال اگر حشر
 معمول و غیر پر نذرانہ پیش کیا گیا تو وہ ہم سے خواہو جائیگے، خدا آفرین نہیں کیگے
 اور آئندہ سال جان و مال پر کوئی نہ کوئی مصیبت آجائیگی، اپنے محبوب و حقیقی سے اپنی
 بدگمانی حد درجہ غلط ہے۔ شکرین کو بھی اسی قسم کا دہم ہوا کرتا تھا کہ خدا آستانہ
 پر ہے اور زادی و روحانی اعتبار سے وہ ہم سے بہت دور ہے اسلئے وہ ہماری پکار
 نہیں سن سکتا۔ لہذا ہم بتوں کو اس سے تقرب کا وسیلہ سمجھ کر انکی عبادت کرتے ہیں
 اَلْعَبْدُ حَمْدُ لَا يَبْقَرُ تَوَالِي اللّٰهِ زُلْفَى دہم بتوں کی صرف اسلئے پوجا کرتے ہیں
 کہ وہ ہم کو خدا سے زیادہ نزدیک کر دیں گے (شخصی عظمت کا دباؤ اور روحانیت میں
 گمراہی اس قسم کے خیالات سے شروع ہوتی ہے اور آخر میں انسان ان اوصاف میں
 مبتلا ہو جاتا ہے کہ متعدد روحانی مددگار اور نافع و ضار ہستیوں موجود ہیں
 تصور عبود کا یہ وہ ادنیٰ اور حقیر بننا ہے کہ ہمیشہ اور ہر زمانے میں چشم بصیرت
 راہگیر شکیبار رہی، اور عبود کی ناقدر زانی کے یہ ہے وہ مظاہرین جہنم کے
 انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انسانوں کو بزرگوار کرنا، خدا
 رسول فکر کے اس سمجھاؤ سے محض روکتے تھے اور ایک واحد کامل

معمورہ عام کی بے شمار نعمتیں رب العالمین نے کسی سفارش سے انسان کیلئے آجائیں اور کسکے واسطہ سے وہ انسان کو ملیں ؟ پیدا کر نیوالے سے جڑھار کوئی مہربان نہیں ہو سکتا جو عدم سے وجود میں لایا، وہی سب سے بڑا کھوالا اور سب سے بڑا کریم تھا۔ انبیاء کرام (علیہم السلام) سے ہیں معبود کا یہ باندھیا رہا ہے کہ اسکے قوانین ناقابلِ ردیم ہوتے ہیں اور اس کے طریقے کسیکے کہنے سے نہیں بدلے جاتے۔ عالم کے ایک ذرے سے لیکر آفتاب تک دراذنی جاندار سے لیکر اویسار کرام اور ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ اسلام تک سب کسی کے محکوم اور اسی کے دست نگر ہیں۔

قل انی لا انا ملک لکم ضر اور ارشاد (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارا کسی قبل انی لن یجیرنی من اللہ احد۔ ضرر کا اختیار کہتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا آپ کہہ دیجئے کہ اگر فلان احد من دونہ ملحقہ الا بالاعمال (خدا نخواستہ میں ایسا کروں) تو مجھ کا خدا کے غضب سے کوئی من اللہ ویزالایہ۔ انہیں بچا سکتا اور نہ میں اسکے سوا کوئی پناہ کی جگہ پاسکتا ہوں لیکن خدا کی طرف سے پہنچانا اور آپنی انوشاد اور نایمیر کا

سبکی موت اور زندگی اسیکے ہاتھ میں ہے وہ ایک مجموعہ صفات مہنتی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک اسکی کو قیامت ہے۔

کل من علیہا فان یتقی وجہ ربک۔ روئے زمین پر جو بھی پیرودہ فنا ہو جائے والا اور صرف آپکے ذوالجلال والا کرام۔ پیرور دگاری کی ذات جو عظمت اور جلال کی بے باقی رہ جائیگی وہ سینے کے مجید جانتا ہے۔

واسر ذوقکم او اجمروا۔ (ختم خواہ چھپا کر بات کہو یا پکار کر اسکو سب خبر دے دینا کہ) وہ (اللہ تعالیٰ) دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔

وہ عظیم ہے اور ایسا عظیم ہے کہ غیب اس کے نزدیک غیب نہیں ہے۔
 واما یحزب عن ربک شقال ذرۃ تمہارے پروردگار کے علم سے آسمان و زمین
 فی الارض و فی السماۃ کی ذرہ بھربات بھی دو نہیں ہے
 وہ مختار کل ہے اور اس کے انتظام میں کسی کو دخل دینے کی مجال نہیں۔ حد ہے کہ
 افضل البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوتا ہے۔

یٰسے لک من الامر شیء او یتوب علیکم (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایکونکے معاملے میں
 کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نہی
 او یعد بحکم فانکم ظالمون یا تو توجہ دیا یا کو کوئی سزا دے کیونکہ وہ عالم بھی بڑا کریم

شکر سے خدا بیزار ہے ارشاد ہوتا ہے۔
 ان لا یغفر ان یشکر بہ و یغفر خدا اس گناہ کو نہیں بخشگا کہ کوئی اس کا شکر
 بادون ذلک لمن یشاء پھرایا جائے اور اس کے سوا جسے چاہے گا بخش دے گا
 نبی اور اس کے استیون کو جائز نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے دعا مغفرت بھی کریں
 خواہ وہ مشرکین قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔

ماکان للنبی و الذین امنوا ان یتغفر نبی کو اور ایمان والوں کو یہ حق ہی نہیں کہ
 و اللشکرین ولو کانوا اولی القربی مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ
 من حذرنا ہم اھم اصحاب کھجیم انکے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں یہ ظاہر ہو جائے
 کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

یہ آیات کریمہ اثبات توحید اور رد شرک میں کسی تشریح کے محتاج نہیں۔
 اللہ لا الہ الا هو اھی القیوم لاخذہ سبتہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ زندہ دانا

لاؤم۔ رہائی السموات و ما فی الارض نہ اُسے اونگھ ہو اور نہ بند زمین و آسمان میں
من ذالذی یشفع عنده الا باذنه یعلم ما جو کچھ بھی ہو وہ سب کی ہو (کسی مجال ہو) کو
بین ایدہم و ما خلفہم و لا یحیطون ایسا ہو بلا کسی اجازت اسکے دربار (عالی) میں
یشتی من علمہ الا بما شاء و مع کرسیہ السموات (کسی) سفارش پنچا سکے وہ سب کچھ جانتا ہے
والارض و لایودہ حفظہا و ہوا علی العظیم جو ان (بندوں) کے سامنے ہو اور جو ان کے

پیچھے ہو اسکے علم کے ایک ذریعہ کا بھی وہ
(بندے) احاطہ نہیں کر سکتے مگر یہ کہ جو وہ چاہے
اسکی کرسی (اسکا علم) زمین و آسمان کو
گھیرے ہو ہے۔ اُسے زمین و آسمان کی حقائق
ٹھکانا نہیں سکتی وہ برتر و عظیم و الہی ہے

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر واضح کر دیا ہے کہ کارگلہ عالم کا منظم حقیقی موت و حیات
کا مالک نبوت بخشنے والا عزت و ذلت دینے والا، اسباب کا مسبب الہی میں اچھے
برے اثرات و وجہات کرنا والا ایک اور صرف ایسا ہی پروردگار ہے۔ اسکو کمال مہربانی
یہ ہے کہ اسے اپنے تمام بندوں کو اپنا اور صرف اپنا ہی بنا کر مزدور سے لیکر بادشاہوں کو
ایک ٹیل فیصلوں کے آگے جھکنے پر مجبور کیا ہے، یہ ہے وہ عقیدہ جسے جماعت کی سلامتی کا
دار مدار ہے۔ اسکا یہ ارشاد ہے کہ ”وہو القا ہر فوق عبادہ“ اور وہ ہی (خدا تعالیٰ)
اپنے بندوں پر غالب ہے، اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیمہ ضبط و نظم اور حفظ و حقوق
انسان کا جامع اور روحانیت میں اسکے انتشار و صحن کا واحد علاج ہے وہ
مالک خداوند کریم اپنے بندوں کو اپنا پیامِ حرمت پہنچاتا ہے کہ تیرے حکم علیٰ نفسہ الرحمۃ

(۱) تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت فرض کر لی ہے۔
 (۲) انہیں اقرب الیہ من جبل الوریہ ہم اسکی شہادت سے بھی زیادہ قریب ہیں۔
 (۳) یا عباد الذین اسر فوالی انفسکم کہ میرے بند و مہنوں نے اپنے اوپر زبان کی
 لا تقنطوا من رحمۃ اللہ تم لوگ خدا کی رحمت سے بالوس نہ ہو جاؤ
 (۴) یا ارسلاک لہ لرحمتہ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمکو سارے جہانوں
 کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(۵) قال کریم ادعونی استجب لکم۔ بند تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے
 دعا کیا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔
 (۶) ہو الغفور الودود ذا العرش وہ پروردگار بڑے بخشش فرمایا الہا نہایت رحمت کرنے والا
 الحیید فعال لما یرید اور عرش کا مالک عظمت والا کوہ چوچا تھا اگر گزرتا
 (۷) وسعت رحمتی کل شیء۔ میری رحمت نے ہر چیز کو سمال لیا ہے۔

(رد شریک پر قرآن کریم کے عقلی دلائل)

(۱) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا و ہم یخلقون اموات
 غیر حیا و یا یسعدون ایاں میثقون۔
 (۲) وہ لوگ خدا کے سوا جنکو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو نہیں پیدا کر سکتے ہیں بلکہ وہ
 خود ہی مخلوق ہیں۔ وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں انہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ وہ
 کب دوبارہ زندہ ہونے کے اٹھائے جائیں گے۔
 (۳) اہم اتحدوا من دون اللہ شفعاء قل اولو کانوا لایملکون شیئا و الیقلو

قل لله الشفاعة جميعا له ملك السموات والارض ثم اليه ترجعون۔ واذ ذكرا لله وحده اشكارت قلوب الذين لا يؤمنون بالآخرة واذ ذكرا الذين من دونه اذا هم يستشعرون۔ ہاں کیا ان مشرک لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو معبود قرار دے رکھا ہے جو انکی سفارش کرینگے آپ کہہ دیجئے کہ خواہ یہ کچھ بھی قدرت نہ کہتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں آپ کہہ دیجئے کہ سفارش تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے اور انکی سلطنت تمام آسمانوں اور زمین میں پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے صرف خدا ہی کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب سکے (اللہ کے) سوا اوروں کا ذکر آتا ہے تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

(۲) یا ایہا الناس ضرب مثل فاستمعوا له۔ ان الذین تدعون من دون اللہ لیس بخیقوا ذبا یا ولوا جتموا له۔ اے لوگو ایک مثال دی گئی ہو تم اُسے سنو۔ جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی تک تو سپید نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ اپنی پوری جماعت کے ساتھ اسکے درپے ہو جائیں۔

وان یسلیم الذباب شیئا لا یتنقذہ ومنہ ضعف الطالب والمطلوب اقدر اللہ حق قدرہ ان اللہ تقویٰ عزیز (سورہ حج)

اور اگر مکھی ان کا ذرہ برابر بھی نقصان کر دے تو وہ اس نقصان کو مکھی سے بچا نہیں سکتے طالب اور مطلوب کس قدر کمزور ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) خدا کے جانتے اور اسکی قدر کرنا جیسا کہ حق ہے انہوں نے نہیں ادا کیا بلاشبہ اللہ زبردست (کامل) طاقت ور ہے۔

(۴) ان تدعواہم لیسعوا دعاکم ولو سعو انما استجابوا لکم ویوم یقلمون کیف دون بشر
گم دلائینک مثل خیر۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سن سکتے
قیامت کے روز وہ تمہارے اس شرک سے بری ہو جائیں گے (یاد رکھو) ایک
باخبر کے برابر تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔ سورہ فاطر

(۵) لو کان فیہا الہتہ الا اللہ لغضنا۔ زمین و آسمان میں اگر ایک اللہ تعالیٰ
کے سوا اور معبود بھی ہوتے تو دونوں کا نظام درہم و برہم ہو جاتا (سورہ انبیاء)
(۶) وما کان من الہ الا الذمہب کل الہ بما خلق ولعل اخصم علی بعض
اور نہ اس کے ساتھ کوئی خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی اپنی مخلوق کو (تقسیم)
کر کے الگ کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دراصل معبود ایک ہی ہے اور وہی ہر صنعت میں یکتا ہے
اختیار کامل اور اقتدار علی میں اس کا کوئی ہمسر نہیں اور کوئی بندگی کے لائق نہیں
حقیقی حمد و ثنا اسی کیلئے زیبا ہے ہاں جسکی تعظیم و تکریم وہی جہتدہ اور جس طریقے
سے سکھا دے اس سے زیادہ جائز نہیں۔ قارئین کرام اس حنا بطہ کی اہمیت
کو اگر عام و جنتیں سمجھنے کی کوشش نہیں کرتیں لیکن نظام یا وسیلہ کے واقف کار
نہ ہوتے ہیں کہ یہ تحدید احترام کتنے گہرے معانی پوشیدہ رکھتی ہے۔

کسی پیغمبر کا مقصد نہ تھا کہ وہ خدا کے بندوں سے اپنی عبادت کراوے یا
انہیں اپنے سامنے سرسجود رکھے یا انہیں دست بستہ اپنے سامنے کھڑا رکھے
(جیسا کہ آجکل کے بعض پیر کیا کرتے ہیں) پیغمبر تو خدا کے واحد حئی و قیوم
کے امانت دار اور اسی کے برگزیدہ ہوا کرتے تھے اسکا فرض نہ یہ تھا کہ عبد معبود

کے درمیان جو لوگ جد فاصل بن کر کھڑے ہو گئے ہیں انہیں پامال کر دیں اور
خدا کے احکام: اضع کور کے پہنچا دیں۔

ماکان للبشر ان یوتیہ اللہ الكتاب والحکم والتبوة ثم یقول للناس
کو نواعبا و آئی من دون اللہ۔ کسی بشر کو جائز نہیں ہے کہ خدا سے اپنی
کتاب، نبوت اور حکم سے نوازے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کے سوا میرے
پہلے بنو (میری بندگی کرو)۔

نیز اشیاء ہے۔ قل انما انا بشر مثکم یوحى الی انما الہکم الہ واحد۔
اے محمد علیہ السلام آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کے پیچھے نہیں کہ سب سے پہلے نبی کا ایک
انسان ہوں (فرق یہ ہے کہ) مجھ پر وحی الہی نازل ہوتی ہے کہ تم سب کا
پروردگار وہ ایک ہی خدا ہے۔ حضرت یوسف علی بنیاد علیہ الصلوٰۃ والسلام
فرماتے ہیں۔ یا صاحبی السجن ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار
اے میرے قید خانہ کے (رفیقو) کیا کسی متفرق پالنے والا بہتر ہے یا ایک اللہ تعالیٰ
حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن فرمائینگے۔ ما قلت لهم الا ما
امرتم به ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم و کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما
توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شئ شہید (بارا ہوا)
میں نے تو ان سے وہی کہا جبکہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم لوگ میرے اور اپنے پالنے
والے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جب تک میں ان میں زندہ رہا اس وقت تک تو میں
(بھی) انہی کے عقائد و اعمال پر گواہ رہا پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو
آپ ہی انہی کے نگران تھے اور آپ تو ہر بات پر گواہ ہیں۔

غزوہٴ احد میں یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ حضور اقدس علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔
 ہی بعض مسلمانوں کی ہمتیں پست ہو گئیں اور ہر وحی ربانی نے سب کو جو نکادیا وہ بھٹی
 واما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افا ان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم
 ومن یقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً و سیر فی اللہ انشا کرین۔

اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ محمد صرف اللہ کے پیغامبر ہیں ان سے پہلے بھی اور
 پیغامبر گذر چکے ہیں کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم لوگ
 اپنے اٹے پیروں پھر جاو گے (یاد رکھو کہ جو (راہ حق سے) پیچھے ہٹا تو وہ ذات
 خداوندی کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتا) (ان) جو لوگ (ہدایت ربانی
 کے) شکر گزار ہونگے خدا انہیں جزا و خیر دے گا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ
 پیغمبر خدا کے پیغامبر اور برگزیدہ نبی کی موت و زندگی اور نماز و قربانی بھی اسی
 رب و اجلال والا کرام کیلئے ہی وقف ہے قل ان صلاتی و نسکی و محیای و
 مماتی للرب العالمین لا شریک لہ بذلک امرت وانا اول المسلمین
 کہہ دیجئے۔ (اے محمد علیہ السلام) کہ میری نماز میری قربانی اور میری موت و زندگی
 سب خدا کیلئے ہی وقف ہے اس پروردگار کیلئے جس کا کوئی شریک نہیں ہے
 یہی (کہنے اور کرنے) کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا اسکا اطاعت گزار ہوں
 ہر مسلمان اپنی اہم ترین عبادت نماز کی ہر رکعت میں خدا سے یہ عہد کرتا ہے۔
 ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں
 اب اسکے بعد اس سے بڑھکر نادانی اور کیا ہوگی کہ خدا کے سوا کسی اور کو فرادس
 مانا جائے خدا اپنے بندوں پر انکے خیال و عقیدے سے زیادہ مہربان ہے۔

خواہ بندے اپنے مرتبہ کے لحاظ سے ادنیٰ سے ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ سے اعلیٰ وہ گناہگار ہوں یا نفعی و پرہیزگار جسکے لئے اسکا یہ ارشاد عام ہے جسین مشرکین کے مذکور ہویم

کا جواب بھی ہے۔ - داذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیت دعوة انداع
اذا دعان فلیستجیوا لی ویؤکمنوبی علیہم یرشدون (اے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام)
جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو (انہی کہند) کہ میں قریب ہوں
پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اسے جواب دیتا ہوں نہذا انہیں چاہیے
کہ مجھ سے ہی دعا مانگیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ اب آپ کے سامنے معبود کا ایک
وہ معیار ہے جو انسان کے ظن و تخمین کا اور وہ بھی دنیا سے عمل میں اور عالم
روحانیت میں اسے سرگردان و حیران رکھتا ہے اور قرآن حکیم کا بتایا ہوا
معبود کا ایک وہ عظیم نشان معیار بھی ہے جو انسان کے جذبہ عبودیت کو
تسکین دیتا ہے اور اسکے وجدان کو ایک زندہ و پابندہ اور نگران کار ہستی
کی یاد سے آباد رکھتا ہے۔ چرخِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا۔

حضرات عقیدہ توحید جب انسان کے دل و دماغ کی پہنائیوں میں جاگزیں
ہو جاتا ہے تو اسے دنیا کی ہر چیز کی اصلی حیثیت معلوم ہو جاتی ہے، اور وہ بلا خوف
غیر کسی نیک مقصد کی طرف بھی تیز گامی سے جا سکتا ہے، اسے نہ نجوم کی حیثیت
نہ آسید کا خطرہ نہ متعدد نافع و مضر مہتیوں کا خوف و لالچ کیونکہ اسے
یقین ہے کہ جب وہ راہ حق پر ہے اور خدا سے زندہ رہنا چاہتا ہے تو کوئی
طاقت ایسی موجود ہی نہیں ہے جو اسکا بال بیکا کر سکے عقیدہ توحید کی ہی وجہ سے
کیفیت کے نتائج اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو قرآنِ اولیٰ کے مسلمانوں کی تباہ

بر نظر ڈالے جو شرک و بدعت اور مذہب کے نام سے خود ساختہ رسوم سے کوسوں دور
 تھے اور انھیں جو بجل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کی سہرا یا تمغیل تھے عقائد کی تفصیل
 میں جانے کا یہ موقع نہیں لیکن اتنا ضرور عرض کر دینی کہ جن عقائد کے باب میں
 تسامح برتنے سے مسلم کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انتشار پیدا ہو گیا ہے
 اور ان کے قواعد عملیہ سست پڑ گئے ہیں انہیں سے ایک عقیدہ جزا و سزا
 (پر ایمان) بھی ہے ایمان کے سنیے یقین ہیں یقین خیال و تصور کا وہ درجہ
 جہاں شک و گدہ نہیں مسلم کو یقین نہیں کہ وہ ظلم و زیادتی یا بد اعمالی کی سزا میں کسی دیگر
 جنم میں ڈال دیا جائیگا۔ انسان جب انسانیت کے جامے میں انسان بن
 سکا تو جانور کے جامے میں کیا انسان بن سکے گا۔
 نوٹ۔ عقل کیونکر اس قضیے کو قبول کر سکتی ہے کہ نیک عمل کی جزا میں انسان
 کو اچھا جنم ملتا ہے اور برے کام کے بدلے میں اسے جوئے یا بلی وغیرہ کی شکل دی
 جاتی ہے یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ پھر انسانیت کا جامہ کیا حقیقت
 رکھتا ہے کیا یہ بھی ثواب یا عقاب کی شکل ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا انسان نے
 اپنے وجود سے بھی پہلے کوئی اچھا یا برا کام کیا تھا؟ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ
 انسان اپنے وجود سے پہلے ہی سزا یا جزا کا مستحق تھا بلکہ جزا و سزا پر اس کے
 یقین کی صورت یہ ہے کہ ایک وسیع ترین میدان میں مانک یوم الدین کا عظیم الشان
 دربار ہے جہاں ایک وقت سب کے حسابے لئے مقرر ہے اور ایک صرف بادشاہوں
 کل حکمرانوں کیلئے مخصوص ہے ساری انسانی آبادی جو کل دنیا میں عالیشان
 عمارتوں یا چھوٹی چھوٹی رہا کرتی تھی وہ دنیا جہاں مال و جاہ کے لحاظ سے رزق

تقسیم ہوتا تھا وہ دنیا والے جو علم مرتبہ میں بصائر پر نازاں اور بصیرت محروم تھے وہ سب سمٹ کر یہاں آگئے ہیں انسانوں کا ایک سمندر ہے جو امنڈتا ہوا چلا آ رہا ہے، یہاں جھم کی بے پناہ لہریں ہیں اور خست کے کیف پر در اور روح افزا نظارے، آفتاب کی تمازت ہے، اور حوض کوثر کی روانی و ٹھنڈک یہ سب چیزیں ہر ایک کیلئے نہیں ہیں بلکہ نیکو کاروں کیلئے اچھی اور بدکاروں کیلئے بری مخصوص ہیں، ایک عاقل میزان ہے جس پر سب کے اعمال وزن کئے جا رہے ہیں، کچھ لوگ وجودِ یونسد صا حاکہ مستبشرہ کی تصویر ہیں اور کچھ وجودِ یونسد علیہا غیبرۃ ترہقہا قترہ (کچھ چہرے اسدن مسکراتے اور شہاش مہون گئے) وہی چہرے اسدن غبار آلودہ ہونگے اور سیاہی انپر چھائی ہوگی، کسی کو ابدی سزائیں ہیں تو کسی کو مہنگامی، آج ظالموں کے چہرے اداس اور مظلوموں پر بیکسوں کے بٹاش ہیں، اس دربار کا رنگ دنیا کے دستوروں سے نرالا ہے نہ یہاں شخصی عظمت چلتی ہے نہ خاندانی وقار خطرے میں لایا جاتا ہے، حسد کہ انبیاء کرام بھی بلا اذن ربنا عالمین سفارش نہیں کر سکتے، رشوت ستانی کا یہاں گزر نہیں، جھوٹی گواہی دینے والے اور جھوٹے گواہ تیار کر کے لانے والے برے ٹھکانے پر ہیں کسی کا حق مار کر کھانے والے عذاب سے محفوظ نہیں ہو سکتے، یہاں غلط بیان اور چرب زبان گزہ بگلو ہیں یہ سب کچھ اور خدا کے منصف جس نے حساب کے دن سے آگاہ کر دیا تھا اور پہلے ہی بتا دیا تھا کہ۔ الی اللہ مرجعکم جمیعاً (ایہ بندہ) تم سب کو خدا کی طرف لوٹا ہے اور اخصبتکم انما خلقناکم عبثاً واکم الینا لا ترجعون۔ کیا تم خیال کر رہے

ہو کہ سب سے تم کو محض بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے
 اس نے اچھی اور بری دونوں راہیں بتا دی تھیں۔ وہ دنیاہ النجین
 اختیار راہ در حقیقت انسان کا امتحان تھا اور دنیا اسکی امتحان گاہ
 الذی خلق الموت والحیۃ لیباولکم ایکم احسن عملاً جس نے موت و زندگی
 اسلئے پیدا کی تاکہ وہ تمکو آزمائے کہ تم میں کون اچھا عمل کرتا ہے۔ خدا کے
 پیغمبروں نے یہ بتانے میں کسی قسم کی فرو گذاشت نہیں کی دنیا دار اعمال ہے
 اور آخرت کی کھیتی اور یوم جزا و سزا اسکے اعمال کی کسوٹی ہیں یہ وہ دن ہو گا جب
 سب کے اعمال کی حقیقت طشت از باہم ہوگی، ہر ذات کو اسکے کئے کا پورا پورا
 بدلہ ملے گا، پس لا انسان الا ما سعی وان سعيہ سوف یرى ثم یجزاہ اجزاء
 الادنی۔ انسان کو صرف اپنی کمائی ملے گی اور یہ کہ انسان کی کوشش بہت
 جلد دیکھی جائیگی پھر اسکو پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ اور فہم یعمل مثقال
 ذرۃ شر ایرہ من یعمل مثقال ذرۃ خیر ایرہ۔ جو ذرہ برابر برائی کرے گا
 (قیامت کبدن) اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھرنیکی کرے گا اسے (دھی)
 دیکھ لیگا۔ قرآن کریم میدان حشر کا منظر بتاتا ہے۔ و نفخ فی الصور فصعق
 من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم
 قیام ینظرون و انشرفت الارض بنور۔ رہا موضوع الکتاب دجائی البہین
 والشہداء و تھئی بنہم باحق و ہم لا یظلمون و دنیست کل نفس ما عملت و
 ہو اعلم بما یفعلون الخ۔ صور بچھونکا جائے گا تو تمام آسمان اور زمین
 والوں کے بوش ارجائینگے مگر حیکو خدا چاہے پھر دوبارہ صور بچھونکا جائیگا۔

تو دفعتاً سب کے سب کھڑے ہو جائینگے (اور چاروں طرف دیکھنے لگیں گے زمین پر)
 رکے نور سے روشن ہوگی اور (سب کا) نامہ اعمال (سب کے لئے سنا
 رکھ دیا جائے گا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور سب کے درمیان ٹھیک ٹھیک
 فیصلہ دیا جائیگا اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ
 دیا جائے گا اور (خدا تعالیٰ) سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے۔ قرآن کریم مسئلہ
 قیامت اور حیات بعد الموت کو سب کو سنشین پیرائے میں اور کبھی واضح شبہ سے سمجھاتا ہے
 جس پر جیسا غور کیا جائے حقیقت سامنے آتی جاتی ہے۔ اللہ الذی یسل الراح
 فتشیر سحاباً فیسط فی السمار کیف یشاء ویجعل کسفاً فترى الودق یخرج
 من خلالہ فاذا اصاب به من یشاء من عبادہ اذ الہم لبتشرون وان کانوا
 من قبل ان ینزل علیہم من قبل لم یسلین فانظر الی آثار رحمتہ اللہ کیف
 یحیی الارض بعد موتہا ان ذلک لمحی الموتی و موعالی کل شئی قدیر۔ اللہ ایسا
 کہ وہ ہو ایسا بھیجتا ہے وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ انکو جس طرح چاہتا ہے
 آسمانوں میں پھیلا دیتا ہے اور انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر زمینہ کو دیکھتے ہو کہ اس
 اندر سے نکلتا ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے تودہ خوشیاں
 کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ قبل اسکے کہ (انکے خوش ہونے سے پہلے) ان پر برے نااہل
 تو رحمت الہی کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اسکے مردہ ہونے کے بعد کس طرح
 زندہ کرتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ شکر کن کو
 مسئلہ قیامت میں اسلئے شک تھا کہ وہ موت کے بعد دوبارہ زندگی محال سمجھتے تھے
 کہتے تھے کہ۔ اِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَاباً وَّعِظَامًا اَنَّا لَمَبِیْوْنُ وَاَوْابِرْنَا اِلَیْهِمْ

(ارے! کیا جب ہم مٹی اور ہڈی (کا ڈھیر) ہو جائیں گے تو پھر اٹھا کر زندہ کئے
 جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے مرے ہوئے بھی!) اور قرآن کریم میں ارشاد
 ربانی یہ سمجھانا تھا کہ ضربِ ناسٹلا و نسی خلقہ قال من یحیی النظام وہی رسیم
 قل یحییہا انذی انشاہا اول مرۃ و موبکل خلق علیم۔ اپنی خلقت کو بھول کر
 وہ ہمارے لئے مثال تراشتا ہے اور کہتا ہے کہ (بجلا) جو ہڈیاں بوسیدہ ہوئیں
 ہوں انہیں کون زندہ کرے گا آپ جواب دیجئے کہ وہی زندہ کرے گا جس نے اول
 بار انہیں پیدا کیا تھا اور وہ آفرینش کے ہر دوازے بخوبی واقف ہے
 نیز یہ کہ قل ان الاولین والآخرین لجموعون الی میقات یوم معلوم
 کہہ دیجئے کہ ایک مقررہ وقت میں اگلے اور پچھلے سب جمع کئے جائیں گے
 تنزیل قرآن اور بقشت رسل کے منجملہ مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ
 لوگوں کو حساب کے دن سے ڈرایا جائے اور اچھے انجام کی امید دلائی جائے
 تاکہ ہر شخص اپنے فرائض کی تعمیل اور حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہے اس
 یقین کے ساتھ کہ بارگاہِ رب العالمین میں ایک ایک ذرہ ایک ایک ساعت اور
 ادنیٰ سے ادنیٰ حق کی باز پرس ہوگی ارشاد ہوتا ہے رفیع الدرجات ذوالعرش
 یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عباده لیبذریہم التلاق یوم یوم ہم
 بارزون لا یخفی علی اللہ منہم شیء من الملک الیوم للہ الواحد نقہارہ
 الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم ان اللہ سریع الحساب
 وہ رفیع الدرجات ہے عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا
 ہے وحی (یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ وہ صاحبِ وحی لوگوں کو اجتماعِ دنیا

میں دن رات ڈرامے حبیب سب لوگ خدا کے سامنے موجود ہونگے انکی (کوئی) بات
خدا پر مخفی نہ رہے گی آج کے روز کسی حکومت نہوگی پس اللہ ہی کی ہوگی جو کتنا او
غائب ہے آج ہر شخص کو اسکے لئے کا بدلہ دیا جائیگا۔ آج کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا اللہ تعالیٰ
بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ قارئین کرام مسئلہ جزا و سزا یقین و اذیاع
کا وہ اہم جزو ہے جو ایک ایمان دار کو لمحہ بھر کیلئے بھی اسکے مذہبی احسانی
معاشرتی اور جماعتی فرائض سے غافل نہیں رہے سکتا حضور اقدس علیہ السلام
کا ارشاد ہے۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ و المریۃ۔ رعیتہ علی بیت
زوجہ و اولادہ۔ تم میں سے ہر ایک (ذمہ دار) نگران کار ہے اور ہر ایک سے
اسکے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائیگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر بار اور
اسکے بچوں پر نگران کار ہے۔ ترقی کے بنیادی اصول یہی ہیں کہ مرد و عورتیں
اور ہر مرتبہ کے ذمہ دار اشخاص اپنے اپنے فرائض بلا تاخیر انجام دین سمجھا جا
راحت کا قصراسی بنیاد پر قائم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے پر
پابند ہوں اپنے غور فرمایا کہ اس عقیدے میں ڈاؤرا مبد کے اجتماع سے
انسانی نفسیات اور اسکے اعمال پر کتنے بہتر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

غرض عقیدہ جزا و سزا کی اس اہمیت کو دیکھتے پھر ذرا منہ وستان میں
گرد و ن کی تعداد میں بسنے والی مسلمان جماعت پر نظر ڈال لیجئے۔

بطرح اسلامی عقائد انسان کی دنیوی و آخر دی زندگی کیلئے یکساں مفید
ہیں اسی طرح اسلامی عبادات کے ہر پہلو کو غور دیکھ جائے مجاہد ہوگا کہ
یہ کتنے رموز حکمت سے معمور ہیں، میں کہتی ہوں کہ عبادت ضروری ہے لیکن

ویسی ہی سادہ جیسی اسلام نے اور صرف اسلام نے سکھائی ہے، زمین تیزبادہ
 سبیل اُصول کیلئے ہوگی؟ پوری زمین مسلمان کی جائیداد بھی ہے
 اور پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو بھی مسجد میں باجماعت نماز افضل ہے لیکن
 مقبولیت عبادت میں حضور قلب شرط ہے، بادشاہ اگر محل کی جگہ
 پر نماز پڑھتا ہے تو گوال بکری کے گھاں کو صاگر کے نماز پڑھ سکتا ہے اگر دو لوگ حضور پر
 ادائیگی پر تو دونوں کی عبادت قبول ورنہ ان میں سے جسکو حضور قلب میسر ہو جائے
 وہی کامیاب ہے روزے سے جسمانی سختی اور روحانی شفاعت سے روحانی ترقی
 کے ساتھ اجتماع کے حد حوائد حاصل ہو سکتے ہیں، مسلم اپنے معبود کے نالہ
 ہوئے طریقے سے اور اسے اپنے روبرو سمجھ کر اسکے سامنے اقرار بندگی کرتا ہے
 اور عہد اطاعت کو دھراتے ہوئے رجوع بحق کرتا ہے اس فرض سے فارغ
 ہو کر جب وہ دنیوی کاروبار میں لگ جاتا ہے تو یہ نہ سمجھے کہ وہ عبادتیں کر رہا ہے
 نہیں کی دنیوی محنت و مشقت اور آرام و راحت بھی اسکے معبود کے نزدیک عبادت
 میں ہی داخل ہے۔ لہذا حکم علیک حق و لربک حق و نفک علیک حق تم پر تمہارا اہل
 خیال کا حق ہے، تمہارے پروردگار کا حق ہے اور خود تمہاری ذات کا حق
 بھی ہے۔ حضرات مومن یعنی ایک متخشع اور مطیع بندہ دنیا سے فتنہ و
 فساد کا قلع قمع کر کے امن قائم کرنے والا سپاہی مسافر بھی ہے سیاح بھی
 وہ مزدور اور تاجر بھی ہے اور حاکم و محکوم بھی غرض وہ اسیر اور دھونی کے
 آزاد پیشوں سے لیکر حکمرانی تک کے فرائض انجام دیتا ہے اسکو ان
 مختلف حالات میں دیکھئے پھر اسلامی عبادت اسکی اہمیت اور اسکی

سیادگی کا متاثر نہ کیجئے۔

لمحہ فکر یہ

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو مادی اور روحانی ترقی کیلئے اچھا علاج عقائد کا جو پہلا سبق دیا ہے اس سے ذہنی ارتقاء اور فہم کی تربیت کے مندرجہ ذیل اصول تیار ہوتے ہیں۔ (۱) انسانی قلب دماغ، طنون و تخیلات کی ناریکیوں میں نہ بھٹکتے پھریں (۲) انکی مادی علتوں سے پہلے کچ خیالی اور کچ فہمی کی علت کو دفع کیا جائے۔ (۳) فکر کی ہر پرواز میں سے غلو، افراط، تفریط سے باز رکھتے ہوئے اعتدال اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت دی جائے۔ تاکہ وہ صحیح تفکر کا عادی ہو اور اسے حق و باطل میں تمیز کرنا آجائے اور عقل کی قوت کو بھادہ پس کا تابع فرمان کر کے سیدھی راہ سے دور نہ جا پڑے۔ تعلیم ربانی کے اس پہلے ہی درس سے انسان فرض تحقیق و تجسس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس پر ترقی کی راہیں ہمیں سے کھلتی ہیں یہیں سے اسکے دل و دماغ کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور قدرت کی ہر صنعت، مخلوق کی ہر اقسام بیک وقت اسے کسی کا نشان اور اپنا مرکز فکر و تحقیق نظر آتی ہیں۔ سنہرے لہجہ آیتانی الاتفاق و فی النفس ہم حتی یتبین لہم انہ الحق۔ ہم عنقریب انکو اپنی قدرت کی نشانیوں انکے گرد و لاج میں اور خود انکی ذات میں بھی دکھائی گئے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے۔ الذین یدکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنبہم و تیفکرون فی خلق السموات و الارض ربنا باخلاق ہذا باطلا۔ وہ لوگ جو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر خدا کو یاد کرتے ہیں اور

خدا کی خلقت میں غور فکر کر کے (کہتے ہیں کہ) اسے ہمارے پروردگار اپنے اپنے
 بیکار نہیں پیدا کیا ہے۔ وہو الذی ہدانا لارض جعل فیہا رواسی و انخار ادمین
 کل الثمرات جعل فیہا زوہین اثین فیشی اللیل النہار ان فی ذلک لایات لقوم
 یتفکرون۔ اور وہ ہی ایسی ذات گرامی ہے جس نے زمین کو پھیلا یا اور اس میں
 پھاڑا اور نہر میں پیدا کیا اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا
 کئے تاریکی شب سے روشنی کو چھپا دیتا ہے ان امور میں غور کرنے والوں کے
 دلیلیں ہیں۔ آپ نے غور فرمایا کہ قرآن کریم فکر فی الخلق کی دعوت دیکر انسانی
 فکر کیلئے تحقیق و تفحص کی کتنی راہیں کشادہ کرتا ہے، انسان کا شعور قدرت
 کا ایک گراں قدر عطیہ ہے قرآن کریم نہ صرف اسے زندہ و پیدا کرتا ہے بلکہ
 انسان کو یہاں تک آزاد دیتا ہے کہ وہ ہر قسم کی تحریک، دعوت و غلط
 نصیحت کو اپنی اس فطری استعداد سے خارج لیا کرے۔ خدا کے نزدیک
 قابل ستائش وہی لوگ ہیں جو اسکے پسند و نفع پر انداز سے بہرے ہو کر
 نہیں بلکہ سمجھ بوجھ کر ایمان لاتے ہیں۔ والدین اذا ذکر ذابا بات ربهم
 لم یخروا علیہا صما و عمیا نا (نسہ فان) رحمن کو بندہ وہ لوگ ہیں کہ جو وقت
 اکو اللہ کے احکام کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو (انہا احکام) سپر بہرے
 اندھے ہو کر نہیں کرتے تین چیزیں ہیں جو انسانی عقل کو رنگ خوردہ تلواریں
 کی طرح بیکار کر کے ایکے ذہنی ارتقا کو روک دیتی ہیں (۱) ظن و تخمین کو
 اعتقاد کی جگہ دینا (۲) قدیم خاندانی دستوروں اور بزرگوں کی خود
 ساختہ رسوم کو ایمان میں شامل کرنا (۳) اور بلا تحقیق ہر کس و ناکس کی

پیروی پر آمادہ ہو جانا۔ قرآن کریم فرماتا ہے ان یتبعون الا الظن وانھوی
 النفس ولقد جاکم من ربکم الھدی فالعم بہ من علم ان یتبعون الا الظن
 وان الظن لا یغنی عن الحق شیئاً سورہ النجم۔ ترجمہ حالانکہ انکے پاس اسپر
 کوئی دلیل نہیں ہے صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے
 اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔

اعندکم من سلطان بھذا ام تقولون علی اللہ لا تلمون۔ کیا تمہارا پاس
 اسکی کوئی دلیل ہے؟ کیا بے حلقے بوجھے بھی جانتے ہو اللہ کے ذمے لگا دیتے ہو
 وان کثیراً من الناس یضلون یا ہوا لکم بغیر علم (دلو اننا) اور یقینی بات
 ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں
 وان تطلع اکثر من فی الارض یضلک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن
 وان ہم الا یخرون۔ اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ کا
 کہنا ماننے لگیں تو وہ آپکو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دینگے وہ محض بے
 اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں،

بل قالوا انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارہم مقتدون (زخرف)
 بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے داداؤں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم
 بھی انکے پیچھے پیچھے راستہ پر چل رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ
 ظن و تخمین علم و عقیدے کے بائیں انسانی ذہن کو ٹھوکر بن کھلاتے ہیں
 بلکہ ایک طنون فاسدہ کی پیروی کرنے والا انسان معاشرت کیلئے
 بھی وبال ہو جاتا ہے۔ عربی شاعر کہتا ہے۔

اسکے مقاصد کا رنگ نہایت پھیکا نظر آتا ہے اور اتنا بے تاثیر کہ اگر تمام
 موجودات میں سے صرف انسان کو دو گھنٹری کیلئے مسدوم فرض کر لیا جائے تو
 نگار خانہ عالم کے قطری جن میں کمی محسوس ہونے کے بجائے سکون اور اطمینان
 اور امن و عافیت کے فضا طاری ہو جائے۔ پھر نہ کہیں جا بردمجبور اور طمع و مضطر
 کے مکروہ مناظر دکھائی دیں گے نہ کوئی ہستی بدترکی خاک چھانتی ہوئی ہر ہر قدم پر جھڑ
 اریز نظر آئے گی۔ موجودات بیان سرگزشت میں مصروف ہو جائیں گی اور انسانی
 مزاحمت سے نجات پا کر پندار آزادی میں بچھو لے نہیں سمائیں گی۔
 دوسرے دقیق مسائل کی طرح وجود انسانی اسکی حقیقت دریافت کرنے میں مفکرین
 بھی ہمیشہ سرگردان رہے ہیں۔ اور جمورہ عالم کا یہ درخشان نقش سنور معرض
 بحث میں ہے۔ لیکن تقویم ربانی سے ہٹ کر انسانی مبداء و معاد کے مسائل میں حقیقت
 تحقیق جاری رہی ہے اسکا حاصل انسان کو عالم کا ایک مشرف اور ممتاز وجود
 نہیں ثابت کر سکا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ دنیا پانچ ہزار برس سے قائم ہے
 لیکن یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کائنات عالم میں مخلوقات کے آفرینش
 اور فطرت کے جلوہ فرمایان کیسے قائم ہیں اور نہ یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ انسانی وجود
 کا نقش اوہیں کیا تھا اور کس نوعیت کا تھا۔ بہر حال قرآن ہم کو مطلع فرماتا ہے
 کہ باری تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے وجود انسانی
 کا آغاز فرمایا ہے۔ آج جب دنیا کے سلسلے یہ اعتقاد پیش کیا جاتا ہے تو
 عقائد سے گھبراہٹی ہوئے طبیعتیں فکر و حیرت میں مبتلا نظر آتی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ
 اس باب میں دوسرے مفکرین اور مذاہب کے آراء کیا محض عقیدے ہی کی

حیثیت نہیں رکھتی ہیں ایسے لوگوں کی عقل و تمیز پر حیرت ہے کہ وہ انسان اور انسانیت کے اعتبار سے ایک اعلیٰ وجود کو انسان کی اصل ماننے سے انکار کرتے ہیں اور صرف چند عقلوں کے اندازے کو اپنے سبب کی قیمت قرار دیتے ہوئے کپڑے اور شیلے سے ہی ہنوز باتیں کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ قرآن جس انسانی کی سطح حقیقت و وزان کر ڈیڑھ گیارہ اعلان کرتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم بعض کہتے ہیں کہ وہ بدنون بناتا اور حیوانات کی شکل میں رہا پھر بتے ببتے انسان بنا قرآن کہتا ہے کہ سب ایک ادنیٰ شئی سے بنے ہیں۔ ان و جعلنا من الملال کل شئی حی۔ (ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا ہے۔ مگر انسان بھی ایک علیحدہ نقش ربانی ہے۔ خالق فسواک فقد لک فی اسی صورت اشارہ کیا (ای انسان) تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضا کو درست کیا پھر تجھ کو موزوں و مناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔ انکرت بالذی خالقک من تراب ثم من نطفہ مسواک رجلا کریم۔ کیا تو اس ذات پاک کا منکر ہو تا ہے جس نے تجھے (اوں) مٹی سے پیدا کیا پھر لطفہ سے پھر تجھ کو صحیح و سالم آدمی بنایا۔

و لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار کیم ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا لعظام ثم انشاناہ خلقا آخر قبارک اللہ احسن الخالقین

اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے بنایا (جو کہ ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم میں) (پھر ہم نے لطفہ کو خون کا لوشن بنا دیا پھر ہم نے اس خون کے لوشن سے گوشت کی بونی بنایا پھر ہم نے

اس بوٹی کے بعض اجزا کو ہڈیاں بنایا پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا
پھر اس میں روح ڈالکر اسے ایک دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا کیسی
شان ہے اللہ کی جو تمام صناعتوں سے بڑھ کر ہے۔ انسانی عقل و نبوت
کے مسئلہ میں حیران ہوتو اسے سمجھایا گیا کہ ابداع نقش اول مشکل ہے لیکن جب
خلاق علیم عدم سے وجود میں لایا تو یہ سمجھنا کیا دشوار ہے کہ وہ دوبارہ بھی
زندہ کر سکتا ہے۔ یا ایہا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانما خلقناکم
من تراب ثم من نطفہ ثم من علقہ ثم من مضغۃ مخلقہ و غیر مخلقہ بنینکم
و نفق فی الارحام انشاء الی اجل مسمی ثم یخرجکم طفلاً ثم یتبعوا اشدکم
و شکم من برد الی ازل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیا و تری الارض ہامدہ
فاذا انزلنا علیہا الماء حضرت و ربنا و انبتت من کل روح شے ذلک
بان اللہ ہوا الحق و انتہی الموقنی و انہ علی کل شے قدیر سرج ع

اسے لوگو اگر تم قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے سے شک میں ہو تو ہم نے
اول تم کو مٹی سے بنایا پھر لطفہ سے پھر خون کے کو تھڑے سے پھر بوٹی سے کہ
بعضی پوری ہوتی ہے اور بعضی از ضروری بھی تاکہ ہم تمہارے سامنے اپنی قدرت
ظاہر کر دیں اور ہم تاکہ رحم میں جس لطفہ کو چاہتے ہیں ایک مدت معین اپنی
وقت و ضیق تک تھڑے رکھتے ہیں پھر ہم تمکو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر
تاکہ تم اپنی بھری جوانی تک پہنچ جاؤ اور بعض تم میں وہ بھی ہیں جو جوانی سے
پہلے ہی مر جاتے ہیں اور بعض تم میں وہ ہیں جو کئی عمر یعنی زیادہ بڑھاپے تک
پھنچا دیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر بے خبر ہو جاتا ہے

(اور اسے مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنباتات اگاتی ہے یہ سب اس سبب ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ہستی کامل ہے اور وہ ہی بیجا لون میں جان ڈالتا ہے اور وہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآن کریم ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ جمادات اور نباتات اور دیگر حیوانات انسان کی طرح خالق کی عنودہ علیحدہ اجناس ہیں اور انکی تخلیق کے مقاصد میں سے یہ ہے کہ انسان ان سے نفع اٹھائے۔ اس طرح یہ مسئلہ خود بخود صاف ہو جاتا کہ انسان حیوانات کی تدریجی شکل نہیں ہے۔ خلق الانسان من نطفہ فاذا ہو خصیم مبین والالعام خلقها لکم فیہا دفا ومنہا تاکلون ولکم فیہا جمال حین ترجون و حین تسرحون... الی قولہ وانخیل والبغال والحمیر لکم فیہا وزینہ ونخلق الالباعون (نحل)۔ اسنے انسان کو لطف سے پیدا کیا پھر وہ یکایک کہل کہل جھگڑنے لگا اور اسی نے چوبایوں کو بنایا اور ان میں بہت سارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کہاتے بھی ہو اور انکی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ انکو شام کے وقت لاتے ہو اور جبکہ انکو صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ لاؤ کر ایسے شہر کو بیاتے ہیں جہاں تم جان کو بغیر محنت میں ڈالے ہوئے خود بھی نہیں پہنچ سکتے تھے واقعی تمہارا رب بڑی شفقت و رحمت والا ہے اور گہوڑ اور گدھے بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو نیز زینت کے لئے ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جنکی تمہیں خبر نہیں۔

”وخلق ملائکتوں میں باری تعالیٰ کی شانِ خلافت کا جلال و جمال قابلِ غور ہے۔ یہاں قلبِ مطہر کیلئے دعوتِ اعتقاد پر جو تہاری نظر سے اور جہلِ ہو ضروری نہیں ہے کہ یہ سدوم ہی ہو۔ وہ کہتا ہے کہ جنات بھی انسانوں کی طرح ایک علوہ مخلوق ہیں۔

خلقنا الانسان من صلصال کافرمی خلقنا ابجان من لہن من لادمی کو بچنے والی ٹھیکری کی طرح مٹی سے پیدا کیا اور جنات کو شعلہ والی آگ سے۔ خلقتنی من نار و خلقتنی من طین

آپ نے مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ صرف یہی نہیں کہ انسان دنیا میں ایک مستقل وجود ہے بلکہ قرآن ہکون اور کرانے کہ آسے دوسری مقدس مخلوق پر بھی شرف و اہمیت دیا گیا ہے۔ اور اوپر یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ اس کائنات کے ذمے ذمے پر اسے محض فضیلت ہی نہیں بلکہ تصرف کا حق بھی حاصل ہے۔ ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم

قلنا للملائکہ اسجدوا لادم۔ عرافت۔ اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ ولقد کرمنا بنی آدم و جعلناہم

فی البر و البحر و رزقناہم من الطیبات و فضلناہم علی کثیر من خلقنا تفصیلاً (بنی اسرائیل ۷۰)

اور ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور ہم نے انھیں خشکی و دریا میں سوار کیا اور انھیں نفیس چیزیں انھیں عطا فرمائیں اور ہم نے انھیں اپنی بہت سی مخلوق پر فوقیت دی۔

استقامت و رزق

قرآن کا نظریہ ہے کہ نسلِ انسانی پتے اسبابِ معیش اور سامانِ راحت کی فراہمی میں

ایک واحد پروردگار کے سوا کسی دوسرے وجود کے منت کش نہیں ہے۔ مخلوقیت کے اعتبار سے

ہر وجود کا خالق اسی ایک قادر اور توانا سے وابستہ ہے۔ وہی مالک و مختار ہے اور سب کا

کنفل ہے اور اسی نے ہر شئی کو لسان کی نفع مندی کیلئے بنایا ہے۔ جس سے وہ تعاون بھی

یہ ذریعہ بھی متبع ہو سکتا ہے۔ جو الہی خالق لکم فی الارض جمیعاً اللہ الذی خلق السموات
والارض وانزل لکم من السماء ماء فخرج بہن الثمرات لعلکم تسخرکم الفلک لتجری فی البحر
بامرہ وتسخر لکم الانہار وفسخر لکم الشمس والقمر والنبین وفسخر لکم اللیل والنہار واما کم من کل ما تسئلون
وان تعدون لعدہ لعلکم تاحصون ان الانسان لظالم کفار (ابراہیم) اسی نے جو کچھ بھی زمین
پر ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ اللہ ایسا ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا
اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے پھلون کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور
تمہارے نفع کے واسطے کشتی کو مسخر کیا کہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے نفع کے واسطے
نہروں کو مسخر کیا اور تمہارے نفع کے واسطے سوج اور چاند کو مسخر کیا جو ہمیشہ چلتے ہی رہتے ہیں
اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو مسخر کیا اور جو کچھ تم نے مانگا وہ سب تم کو دیا اور
اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر تم شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لاسکتے سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے
الغبات اور بڑا ہی ناشکر گذار ہے کلام اللہ فیض ما امرہ فلیطر الانسان الی طعامہ انا صبیحا
الما و صبیحا تم شققوا الارض شققاً فانتبنا فیہا حیا وعباداً و قصباً و زیتونا و خللاً و حدائق
غلباً و فاکہتہ و ایاتنا عا لکم و لا نعا لکم (عبس) جو اسے حکم دیا گیا تھا اسے وہ سرگزشت بجالایا
انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب
طور پر زمین کو پھاڑا پھر ہم نے امین غلہ انگوٹ اور زرکاری و زیتون و کھجور اور گنجان باغ
اور میوے اور چارچوبہ کیا بعض چیزیں تمہارے اور بعض تمہارے مویشی کے فائدے کیلئے

مقصد تخلیق

ہدایت دہانی اگر انسان کو اسکی تخلیق کا مقصد نہ بتائی تو کمزور بن خلق انتہام ہدایت
اور عطا و شرف و امتیاز کی حکایت نامہم رہجائی۔ مقصد حیات اگر موت ہوتا تو نہ موت

اور اگر اسکی معراج اسی خاکدان تک محدود ہوتی تو معاد کی عظمت نشان کا تذکرہ
 فرما کر اسے کیوں محوِ تبار کہا جانا مجھے علم نہیں کہ کتب سماویہ کے سوا دوسرے مذاہب
 اس اہم مسئلہ میں کیا نظر پر رکھتے ہیں رب العالمین تو غافلوں کو اس طرح خطاب
 فرماتے ہیں۔ اخصبتم انا خلقناکم عبادا انکم الینا لا ترجعون کیا تم اس جیاں میں
 ہو کہ جسے نکو بیکار پیدا کیا ہے اور تمہیں ہمارے پاس لوٹ کر پھر نہیں آنا ہے۔ اس
 اجمال کی تفصیل بھی خود ہی فرماتے ہیں۔ الذی خلق الموت والحیوة لیسئلکم
 ایکم حسن عملاً۔ جس نے موت اور زندگی اسلئے بنائی کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے
 کون نکو کار ہے۔ ساتھ ہی ہدایت ربانی میں انسان کے مقصد حیات کے بابت
 بظاہر دو مختلف موثر نظر آتے ہیں۔ لیکن ان میں اس حد تک معنوی ارتباط پایا
 جاتا ہے کہ ایک دوسرے کیلئے جزو لازمی قرار پاتا ہے

تذلل واسئکانت ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ۔ وما خلقت الجن والانس
 الا ليعبدون۔ میں نے جن و انس کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں
 وهو القاهر فوق عباده۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے۔ یہ اور سچا
 مضمون کی دوسری آیات میں بتایا جاتا ہے کہ معبود پر حق صرف ایک خدا ہی ہے
 پوری قائم اور باقی ہے اور سب فانی ہیں۔ وہ رحمن اور رحیم ہونے کے ساتھ ساتھ
 سب پر غالب ہے اور سب اسکے فرمان بردار اور انی غلام ہیں غرض حقیقت
 دعا لبیت اور بقا کمال کی تمام صفات میں وہی یکساں و یکگانہ ہے اور کائنات میں
 جو بھی ہے اور جو کچھ بھی ہے وہ مخلوقیت اور صفات فنا اور نقص و مخلوبیت میں
 شریک ہیں اس اعتقاد کے راسخ ہونے سے انسان میں صرف خدا کے لئے

نیز قل واسئکانت کے جذبات نشوونمایا تے ہیں۔
استعلا اور تفوق لیکن جب وہ ان آیات ربانی سے گذر رہا ہے۔
 ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم عودناکم لعلکم تسبحون اور ہم نے تم کو پیدا کیا اور تمہاری
 صورت بنائی پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ و لقد کریمانہ بنی آدم ان
 اور ہم نے ہی آدم کو بزرگی دی۔ اور سبحان الذی اسری بعبیدہ لیلان من المجدد المحرم
 الی المجدد الاقصی الذی بارکنا اور۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے
 کو شب کے وقت مسجد حرام سے دیکھ کر مسجد اقصیٰ جیکے گردا گرد ہم نے کبتیں کر رکھی
 ہیں لے گیا۔ اور ثم ذنی فتدلی نکان قارب تو سین اودانی (والنجم) پھر وہ فرشتہ
 آپ کے نزدیک آیا پھر او نزدیک آیا سود و کما نون کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور
 بھی کم۔ اور ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ وہی پروردگار ہے جس نے زمین
 میں جو کچھ بھی ہے تمہارے (نفع کیلئے) پیدا کیا۔ تو نشان بندگی اور
 معراج عبودیت کے اعتقاد و نقوش اس کے دل میں جگہ پالیتے ہیں۔ اب وہ
 وجود کے ایک ایک ذرے حتیٰ کہ روشنی اور تاریکی کو اپنے نفع مندی کیلئے سمجھتا ہے۔ یہاں
 جذبہ تفوق کے نمود ہو رہی تھی کہ یہ اعلان ربانی سن کر ہمہ تن مستعد ہو جائے کہ انسان
 کا مقصد وجود و اہتمام رزق اور بخشا کشتی عقل و ادراک اور تمام شرف و امتیاز کی
 غرض و غایت اس منصب جلیل کے ذمہ داری ہے۔ واذ قال ربک للملائکۃ انی
 جاعل فی الارض خلیفہ۔ اور جس وقت تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا فرشتوں
 کے حضور میں بنادنگاز زمین میں ایک نائب۔ اور انما عرضنا الامانہ علی السموات
 و الارض و الجبال فابین ان یمھلھا و اشفقن شھا و حملھا الانسان (احزاب ۷۱)

ہم نے یہ زمانت آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی انھوں نے اسکی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسکا اپنے ذمے لے لیا۔ اور کائنات کو ابداع کرنے والے کا یہ فرمان اور یہ دستہ داری اسکی بصیرت کو سیدار کرتے رہتے ہیں۔

و ما خلقنا السماء و الارض و ما بینہما لعینین۔ لو اردنا ان نخذ لہوا لا تخذناہ من لدنا ان کننا فاعلین۔ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ہو زاهقا وکم الویل مما تصفون۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے اسے اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں اگر ہم کو کوئی مشغلہ ہی بتانا نہ ہوتا تو ہم بنا سکتے تھے بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ باطل کو کچل دیتا ہے اور وہ (باطل) مغلوب ہو کہ دفعاً جاتا رہتا ہے۔ قارئین کرام دین فطرت کے اس کرشمہ پر غور کریں کہ مبداء المل و استکانت و استعمار و تفوق ان دونوں تہذیبوں سے انسانی مزاج کو کیسا صحیح اعتدال عطا ہوا۔ اور اسکے فواید فکریہ و عملیہ کو حفظ امانت ربانی اور رعایت حق کا ایک ایسا جامع مصرف دیا گیا ہے جو اسکی تمام توجہات کو ہر ساعت اپنے طرقت میزدل رکھتا ہے۔ اب انسانی فکر اور اسکے کردار کے ہر شعبہ کو اسی سلسلہ تعمیر اور نیابت ربانی کی ایک کڑی سمجھنا چاہیے۔ اسی نقطہ سے اس مقصد عظیم کے نگہبانی کیلئے تعمین آئین و ضوابط کے سیکرہون مباحث شروع ہوتے ہیں۔ اور ہستی کا ایک ایک ذرہ انسان (یعنی ایک نعمہ نواز فطرت) کا منتظر اور محتاج نظر آتا ہے۔

ضرورتِ ہدایت

خدا کی اس وسیع سرزمین میں پھیلی ہوئی انسانی جماعت کے افکار و کردار میں یہ چار ابواب نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ عقائد، عبادات، اخلاقی معاملات پہلے دو ابواب ہیں خالص روحانیت پائی جاتی ہے اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ”فطری ضرورت“ کی طرح ان چاروں بحثوں کو انسانی فکر و وجدان اور عمل میں ایک مستقل مقام حاصل ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ ”میں ہر عقیدہ سے بیزار ہوں۔“ اُسکے خاصہ ذہم کیلئے یہ خود ایک متغیر ہے۔ اور جو عبادت کا منکر ہے یا اس سے بیزار ہے وہ روحانیت کے عالم میں نہیں تو ادمیت کے عالم میں سے کسی نہ کسی ذاتِ دہشتی کو اپنے وجدان میں جگہ دے چکا ہے۔ غرض انسان کی فکر و وجدان اور باہمی تعامل کے دستوروں میں اگرچہ قرونی اختلاف و تنوع پایا جاتا ہے اور حصول مقصد کیلئے گوراہیں جدا جدا ہیں لیکن ضرورت اور مقصد میں سب ایک ہی مرکز پر قائم ہیں۔ لہذا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مذہب دیا ایک ہیج کے اختیار سے کوئی خالی نہیں۔ پھر تم نے دیکھا ہے کہ اختیارِ راہ کی آزادی سے انسان نے اپنی ہر ضرورت کے لئے کتنی راہیں اور کتنے دستور اختیار کر لئے ہیں۔ باب یا تو یہ سب راہیں حق ہیں یا باطل یا دونوں میں سے ہر ایک میں حق و باطل کی آمیزش ہے مگر اسکا فیصلہ کون کرے۔ ہر حال اسے سب ہی محسوس کرتے ہیں کہ جس طرح ایک ملک میں ضبط و نظم اور امن و سلامتی قائم کرنے کیلئے ایک ایسے حکمران کی ضرورت ہے جو ہر ایک کی پیش نظر رکھتے ہوئے تعمیری دستوروں کا انفاذ کرے اسی طرح نوع بشر کے ہر فرد کا کم و محکوم کیلئے ایک ایسے مستحکم قانون اور دستور کی ضرورت ہے جو سب کام کو

فکر و عمل پر سبب و سبب عالم کا دفتر کہنگا لگی اور اقوام کے عروج و زوال کے
 سبب پر نظر ڈالو تو یہ حقائق واضح ہو جائیں گے کہ کسی دستور یا مذہب کی حقانیت کا معیار یہ
 ہونا چاہیے کہ اس میں روحانیت اور مادیت کی عادلانہ آمیزش پائی جاسے۔ اخراج و تفریط
 کی راہیں اختیار کر کے انسان اپنے مقصد و مرکز سے ہٹ جایا کرتا ہے۔ اسلئے یہ زوال کی
 راہیں ہیں۔ انسان فرشتہ نہیں ہے کہ محض روحانیت اس کے لئے کافی ہو نہ وہ بہائم
 ہے کہ صرف ادنیٰ ایسی دنیوی زندگی کا نصب العین ہو کر رہ جائے بلکہ انسانیت
 کے تمام پر پختے کیلئے انسان کے وجدان کو روحانیت کی نگہری ہوئی اور سیدھی
 سادی تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور زندگی کی ہر راہ اور سر دور میں اسے ایسے دستور کی
 حاجت ہے جو روحانیت اور مادیت کے امتزاج سے مایہو اور ملکوتیت و ہیبت کی
 مخلوقات میں انسانیت کا درجہ علیحدہ اور نمایاں رکھ سکے۔

تبعین راہ | پھر عقلی اور نقلی علوم مباحث میں انسانی عقل کا اعتراف و تشریح
 اور مظاہرہ اختلاف دیکھئے اور دیکھئے کہ اُنے اُنے مسائل میں ہر شخص کا طریق
 فکر اور مرکز خیال وہ سرے سے جداگانہ ہوتا ہے۔ جذبہ عبودیت کو سمجھئے کہ اس نے
 یقین موجود میں کسی مختلف راہیں اختیار کر لی ہیں۔ یہ طرح منہ العالم کے مسئلے
 میں اختلاف چلا آیا ہے۔ ہمیں سے ہم اس نقطہ پر پہنچتے ہیں کہ ہماری قوت مدد کہ
 کسی فیصلہ کرنے والے کی طرف ایک مقرر شدہ مرکز کی منظر ہے جہاں نہ تخیل رہا ہے
 نہ وجدان بے قرار ہے اور جس نے بنی نوع انسان کو اپنی دوسری مخلوقات پر فضیلت
 دی ہے اور اسکی عیش و راحت کیلئے سامان مہیا کئے ہیں۔ وہی ایک راستہ
 مقرر فرما کر تسکین روح اور طمانیت خاطر بھی فرما دے۔ اہدنا الصراط المستقیم

(اسے پروردگار) ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت دیجئے۔ قرآن مذہب عالم میں وہ پہلا دستور العمل ہے جو افراط و تفریط کی راہوں سے انسان کو بچاتے ہوئے اسکے لئے ایک سیدھا راستہ معین فرماتا ہے۔ فاقم وجہک للدين القيم۔ تم اپنا رخ اس صحیح دین کی طرف رکھو۔ قرآن ہم کو مطلع فرماتا ہے کہ انسان پر رحمت الہیہ کا فیضان صرف تخلیق و عطا پر مشروط امتیاز و انتہام رزق ہی پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی ساتھ خالق نے اسکے لئے ایک سیدھی راہ کا تعین بھی فرمادیا ہے۔ قلنا ارجعوا عنھا جمیعاً فاما یا بنی کم منی ہدی عنن تبع ہادی فلا خوف علیکم ولا ہم یحزبون۔ ہم نے حکم دیا کہ تم سب کے سب اس بہشت سے نیچے جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو شخص میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا تو اس پر نہ کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔ یوں تو ہر مذہب کے بانی اپنے اپنے مذہب کی استقامت کا دعویٰ کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن کلام ربانی کے ہر ہر پہلو پر غور کر کے پھر اس آیت کریمہ کی معنویت ملاحظہ فرمائے۔

ان ہذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصکم بعلمکم تتمقون۔ حقیقتاً یہ دین میرا سیدھا راستہ ہے تو یہی راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ وہ راہیں نکو اللہ کی راہ سے جدا کر دینگی اللہ تعالیٰ نے اسکا نکو تاکید حکم دیا ہے کہ تم اس راہ کے خلاف کرنے سے احتیاط رکھو۔ قرآن کے نظریہ میں جس طرح کئی محبوب و نہیں ہو سکتے اسی طرح کئی دین نہیں ہو سکتے راہ حق ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے اور ہر امت کو اسی کی تلقین کی گئی۔ اسکے سوا اپنی نوع انسان نے جہاں کہیں

بھی اور جب کبھی بھی کوئی دین اپنی طرف سے ایجاد کیا وہ راہِ حق واضح ہو جانے کے بعد
 کیا۔ اور اختلافِ مذاہب کا بڑا سبب انکے آپس کی مہرٹ اور جماعتی تعصب تھا
 ورنہ راہِ حق ہمیشہ لہری عصیت کی طرف دعوت دیتی رہی۔ ارشادِ ربانی ہے۔

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراهیم موسیٰ
 وعیسیٰ ان اقموا الدین ولا تتفرقوا فیه۔ کبر علی المشرکین ما تدعوہم الیہ
 اللہ یکتفی الیہ من لشارع و یحدی الیہ من ینیب اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے
 وہی دین مقرر کیا جسکا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جسکو ہم نے آپس
 پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جسکا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام)
 کو (مع ان سبکے ابتداء کے) حکم دیا تھا اور (انکی امتوں کو یہ کہا تھا) کہ اسی
 دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا مشرکین کو وہ بات جسکے طرف آپ انکو
 بلا رہے ہیں بڑی گراں گذرتی ہے اللہ اپنی طرف جسکو چاہے کھینچ لیتا ہے۔
 اور جو شخص خدا کی طرف رجوع کرے اسے اپنے تک رسائی دیتا ہے۔

وما تفرقوا الا من بعد ما جازم العلم بغیا بینہم ولولا کلمۃ بسبق من ربک الیٰ حل
 سیمی تقضیٰ مینہم وان الذین اور تو الکتاب من بعد ہم نفی شک منہ مرید۔
 فذلک فادع واستقم کما امرت ولا تتبع اہواہم وقل استموا انزل اللہ من کتاب
 و امرت لا عدلیٰ بینکم۔ اللہ ربنا و ربکم۔ لنا اعمالنا و لکم اعمالکم لا حجة بیننا و
 بینکم۔ اللہ یجمع بیننا و الیہ المصیر۔ (شوریٰ غدا اور وہ لوگ اسکے بعد کہ انکے
 پاس علم پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضد سے باہم متفرق ہو گئے اور اگر آپ کے
 پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (کیلئے مہلت دینے کی ایک بات

پہلے قرار نہ پا چکتی تو دنیا ہی میں انکا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو انکے بعد کتاب
 دی گئی ہے (اس سے عہد نبوی کے شرک مراد ہیں) وہ اسکے طرف سے ایسے (خوش) شکر
 میں پڑے ہیں جس نے (انکو) تردد میں ڈال رکھا ہے تو آپ امیہ طرف (انکو برابر) بلائے
 جائے جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر مستقیم رہئے) اور انکی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلئے
 اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میں سب پر ایمان لاتا ہوں اور
 مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل رکھو اللہ ہمارا
 اور تمہارا دونوں کا مالک ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے
 ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا (اس میں شک بھی نہیں کہ)
 اسی کے پاس جانا ہے۔ اسی مضمون کو سورہ مینہ میں یوں ادا کیا گیا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُتَغَلِّبِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ
 جَوَاهِلُ كِتَابٍ أَوْ شُرُكُوهُمْ مِنْ سَفْوَةٍ بَشَرٍ نَبِيٍّ كَذَّبُوا عَنْ رُءُوسِهِمْ وَأَنَّهُمْ
 كَافِرُونَ ۚ (یعنی) ایک اللہ کا رسول جو انکو پاک صحیفے پر نہ کر سکا،
 جس میں صحیح نوشتے (احکام و نصیحتیں) ہیں اور فرمایا گیا کہ دین کے معاملہ میں
 جماعتی اور نفسانی عصبیت کے زیر اثر اہل کتاب احکام قرآنی سے منکر ہو رہے
 ہیں اور اس قلعہ کی ہدایت کی راہ کو انہوں نے باہمی نزاع کیلئے بہانہ بنا رکھا ہے
 وَاتَّفَرَّقَ الَّذِينَ أُولُوا الْكِتَابَ الْأَمَنَ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۚ جَنَّبُوا عَنْ النَّبِيِّ

انہوں نے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت میں اختلاف نہیں کیا مگر (آنحضرت) کی بعثت کے بعد (اختلاف) کیا۔ حالانکہ عقائد توحید بعث و نشر و عبادت میں تمام کتب سماویہ اصولی اعتبار سے بالکل یکساں ہیں۔ و اما مرد الا یعبدوا اللہ مخلصین للہ الدین جنہم رقیقوا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ وذلک دین الیقینہ اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں حضرت ابراہیم کے طریقہ پر اور نمازیں قائم کریں زکاتیں دین اور یہی صحیح راہ ہے

ہدایت ربانی کا تعمیری پہلو

ذات باری نے بنی نوع انسان کیلئے ایک سیدھی راہ مقرر فرما کر ملکوں ملکوں کے خاص مبلغ یا پیغمبر بھیجے جو ہر اعتبار سے انسانیت کا اعلیٰ نمونہ اور خدا کے برگزیدہ ترین بندے تھے۔ وہ انسانوں کو ان کے مبداء و معاد کی حقیقت بتاتے تھے اور انکو دنیا کے تشبیہ و فرار سے آگاہ کرتے تھے۔ ان کے مشن کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان وجود ربانی اور توحید اور بعث و نشر کے عقائد سے اپنی بلند حقیقت سے آگاہ ہوں اور سب کے سب ایک مافوق الادراک اور منظم اعلیٰ ہستی کے سلسلہ عبودیت میں ارتباط پیدا کر لیں اور اس طرح اپنے آپکا یہ اعمال کو تمام تعمیر انسانیت کے مطابق بنائیں۔ و اما مرد الا یعبدوا اللہ مخلصین للہ الدین جنہم رقیقوا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ وذلک دین الیقینہ۔ مسترآن کریم میں جذبہ للہیت کی بار بار دعوت دی گئی ہے۔ اسکی تشریح یہ ہے کہ انسان کی تعمیری جدوجہد وہی ہے جس میں سب کے حقوق محفوظ رہیں اور اپنے ساتھ ہی ساتھ سب کی

بھلائی پیش نظر رہے۔ تجربہ نشاہ ہے کہ انسان میں یہ جذبہ اس وقت تک
 تربیت نہیں پاسکتا جب تک کہ ایک اعلیٰ طاقت اور حقیقت کبریٰ سے اس کے ذہن
 و وجدان وابستہ نہ ہوں۔ اس تربیت کی بنیاد خدا پر ایمان کا دل سے مضبوط
 ہوتی ہے اور جو کامل مومن ہوں گے وہ صلاح اور نیکو کار بھی ہونگے کیونکہ ان کے قلب
 و باطن کا مرکز تعمیر خقی ہے۔ اس ایمان کا اثر ان کے عمل کے ایک ایک گوشہ پر ہوگا اور
 اس طرح انکی زندگی اجتماع کیلئے مفیدہ طلب ہوگی۔ کامل ایمانداروں کی شان میں
 ارشاد ہوتا ہے۔ التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكعون الساجدون
 الامرون بالمعروف والنہون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المؤمنین
 بیکنا ہوں سے توبہ کرنے والے اللہ کی عبادت و ستائش کرنے والے اور
 کعبہ و مسجد کو بولے نیک باتوں کی تعلیم دینے والے اور بری باتوں سے منع کرنے والے
 اور اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان والوں کو
 بشارت دیدیجئے۔ وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنته عرضها السموات والارض
 اعدت للمتقين الذین یبغون فی السرار والعلان والکامن الغیظ والکامن
 عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو
 اور اس بہشت کی طرف جسکی وسعت آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے وہ خدا
 کرنے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو فراغت اور شگلی میں خچہ کھتے ہیں اور غصہ ضبط
 کرتے رہتے اور لوگوں (کی خطاؤں) کو درگزر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے
 نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔ قرآن کا نظریہ ہے کہ جو مومن نہیں ہونگے ان کا
 تصور پریشان ہوگا اور تصور کی پریشانی کا اثر ان کے اعمال کے ہر ایک پہلو پر مرتب ہوتا

اریگا اور وہ محسوس بھی نہیں کر سکیں گے کہ ان کا تسلیم تعمیر ٹوٹنا چلا جا رہا ہے۔
 الذین مثل سبعہم فی الجہنۃ الدنیا وہم یکسبون انھم یحسبون صنعنا رکعت
 یہ وہ لوگ ہیں جنکی دنیا میں ساری کی کرائی محنت اکارت ہو گئی اور وہ اسی خیال
 میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ انجام کار انکی سیاری تمنائیں اور مقاصد کھٹے
 پیسے اور زندگی گزارنے پھر مر جانے تک محدود ہو جائیں گی۔ ارشاد ربانی ہے کہ پروردگار
 جانوروں کی زندگی ہے۔ اور کھڑا نکار کی گذران ہے جس میں زخاقت پر ایمان ہے
 نہ اس کی مخلوق پر رحمت۔ ان لئذ یدخل الذین امنوا وعلوا الصلوات حبیب
 لا تجری من تحتھا الا نھار الذین کفروا یتمتعون ویاکلون کما تاكل الانعام
 وانا ر مشوی لہم (محمد) بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور
 انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جنکے نیچے سے نہریں
 بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور وہ اس طرح کھاتے ہیں
 جیسے چوپائے اور حیثیم انکا ٹھکانا ہے۔ آپ کھلی اتوام کے مال و انجام کی سارا
 داستان دیکھئے اور انبیاء مرسلین کی تعلیم و ہدایت کے تمام مضامین کا مطالعہ کیجئے
 غور کرنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اتوام عادی و مشرور دین اور لوط و غیرہ کی بتائی کی
 بنیاد ہی تھی کہ وہ انکار و شرک کی وجہ سے اس ربانی نظام تعمیر سے بھی سرکش اور باغی
 تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ افساد و تخریب اور بزدلیوں کی تمام اقسام میں مبتلا ہو گئے
 کوئی خدا کے بندوں پر خدائی کا دعویٰ کرتا اور کوئی دعا یا زری بددیانتی اور باطل
 سے خدا کی مخلوق کو ستاتا اور کوئی خدا سے غافل ہو کر فسق و فجور اور بے حیائی
 کا آزادانہ ارتکاب کرتا تھا اور اس طرح ہر امت انسانیت بہت دور زد کر اپنے

مکر اور مقصد سے دور جا پڑی تھی۔ خدا کے رسولؐ سب سے پہلے ان کے فکر و وجدان
 کو نشیمن سے آباد کرنے کی دعوت دیتے تھے اور قلب انسانی میں ذات اعلیٰ و
 اجل کا ایقان جاگزیں کر کے تعمیر انسانیت کیلئے راستہ صاف کرنا چاہتے تھے
 قاریبن کرام انبیاء جس تعمیر کی طرف انکوحلاتے تھے درحقیقت وہی تعمیر تھی۔ نہ جیسے
 کششیں اور جبار اقوام چاہتی تھیں کہ انسان تمدن کے ظاہری لوازمات کے
 بغیر زندہ رہ سکتا ہے مگر دولت کی آغوش میں رہ کر انسانیت کے بغیر ایک تھوڑے
 عرصہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ولقد خلقنا قلیہم قوم فرعون و جاء ہم رسول
 کریم ان ادوالی عباد اللہ انی لکم رسول امین وان لا تعبدوا علی انی انیکم سلطان
 مسبین۔ (دخان) اور ہم نے اپنے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور وہ آزمائش پہ
 تھی کہ انکے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے کہ ان اللہ کے بندوں یعنی بنی اسرائیل
 کو میرے حوالے کر دو میں تمہارے طرف خدا کا فرستادہ دیا متدار ہو کر آیا ہوں اور
 اوریہ بھی فرمایا کہ تم خدا سے سہ کشی نہ کرو میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل بنی
 نبوت کی پیش کرتا ہوں۔ پھر دیکھئے کہ قوم فرعون ایک تمدن قوم تھی اور نعمت
 و آسائش میں بسر کرتی تھی۔ لیکن ایک قادر توانا ذات سے غافل ہو کر سوسائٹی کیلئے
 وبال ہو گئی۔ آخر خدا کا قانون سرگرم عمل ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا
 دعار بہ ان ہولار قوم مجرمون فاسر عبادی لیلا انکم یتبعون۔ و ان ترک انجروا
 انہم جند مغروقون کم ترکوا من حیات و عیون و زروع و مقام کریم و نعمۃ کانوا فیہا
 فاکھین۔ کذا لک و اور مٹا ہوا قوماً آخرین۔ تب ہوسئی نے اپنے رب سے دعا کی کہ
 یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں تو (خدا نے فرمایا کہ) میرے بندوں کو تم رات

ہی رات میں بیکر چلے جاؤ تلوگوں کا تعاقب ہو گا اور تم اس دریا کو سکون کی
 حالت میں چھوڑ دینا انکا سارا لشکر ڈوب یا جائے گا وہ لوگ کتنے ہی بلاغ نہریں
 اور کھیتیاں عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جہیں وہ خوش رہا کرتے تھے
 چھوڑ گئے یہ قصہ اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو انکا وارث بنایا
 فما بکث علیہم السموات والارض وماکانوا منظرین ولقد نجینا بنی اسرائیل
 من العذاب المبین من فرعون انکان عالیا من المسرفین - ولقد اخترناهم
 علی علم علی العالمین (سورہ دخان) پھر نہ تو آسمان وزمین انپر روئے
 اور نہ انکو جہلت ہی دی گئی اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب
 یعنی فرعون کے ظلم و تتم سے نجات دی واقعی وہ بڑا کشش اور حد عبودیت سے
 نکل جانے والوں میں سے تھا اور اسکے علاوہ ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم
 بعض امور میں تمام دنیا جہان دونوں پر فوقیت دی - اور النازعات میں ہے
 ادھب الی فرعون انه طعی نقل بل لک الی تزکی وادھیک الی ریک فحشی - فاراہ
 الایۃ الکبریٰ فکذب بعصی ثم ادبر سعی فحشر فنادی فقال انما ربکم الاعلیٰ فاحذہ
 اللہ نکال الاخرۃ والادنی ان فی ذلک لعبرۃ لمن نحشی (النازعات)
 تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی اختیار کی ہے اور اس سے جا کر
 کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاکباز بن جائے اور (نیری اصلاح کی غرض
 سے) میں تجھ کو تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں تاکہ تجھے خدا کا خوف پیدا ہو جائے
 (پھر جب اس نے دلیل نبوت طلب کی) تو اسکو نبوت کی بڑی نشانی دکھائی
 مگر فرعون نے ان (نشانیوں) کو چھٹایا اور انکا کہنا نہ مانا پھر (موسیٰ علیہ السلام)

سے جدا ہو کر) انکے خلاف کوشش کرنے لگا اور لوگوں کو جمع کیا پھر انکے سامنے
 باور دلانے لگا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اسکو آخرت اور دنیا کے عذاب
 میں پکڑے شک اس واقعہ میں ایسے شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ سے
 ڈرے۔ آپنے دیکھا کہ تکبر اور سرکشی مادی اور روحانی دونوں عالموں میں فساد
 اور تباہی کا باعث ہوتی ہے فکر کی ضلالت اور نفس کی سرکشی فرعون کی ساری
 تحریری کارروائیوں کا اصل سبب تھیں اور حضرت موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
 انارکھم الا علی کے جواب میں اُن لا تعلو علی اللہ اور ادا الی عباد اللہ پر مصر تھے
 اور دماغوں سے پروردگاری کا نشہ اتار کر اللہ کی مخلوق کو انسانی ظلم و استبداد
 سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ قرآن کے نظریہ میں ایک اعلیٰ طاقت اور بلند حقیقت
 سے غافل ہو کر انسان اور اس کے اعمال تباہی کی طرف رخ پھیر لیتے ہیں۔ اور
 تباہ کار لوگوں کی پہچان یہ ہے۔ قل اہل اٰیۃکم بالا خسرین اعمالا الذین صلحتم
 فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اولئک الذین کفرو
 بایات ربہم ولقاء فحبطت اعمالہم فلا نفیم لہم یوم القیمۃ وزنا ذلک
 جزاؤہم جہنم بما کفروا واتخذوا ایاتی ورسلی ہزوا (کہف) آپ ان سے
 کہے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سراسر نقصان
 ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنکی دنیا میں کی کرائی محنت اکارت ہو گئی اور وہ اسی
 خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پالنے
 والے کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کر رہے ہیں پس اسی لئے
 انکے سارے کام غارت ہو گئے پس قیامت کے روز ہم انکے نیک اعمال

کا ذرا بھی وزن نہیں قائم کرینگے یہی انکی سزا ہوگی یعنی دوزخ اس سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور میرے پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔

انبیاء کرام خالقِ فطرت کے بھیجے ہوئے آئے تھے اور خالق سے زیادہ اس حقیقت سے باخبر کون ہوگا کہ یہ مدنی الطبع انسان عقل اور فہم و کار کا مخزن ہے۔ بادیِ عالم میں اسکی طبع جولانِ آسمان فکر کی تابندہ ترسنگ توڑ لاتی ہے۔ یہ پھاڑوں سے مکان تراش سکتا ہے۔ پانی کی روانی روک سکتا ہے۔ ہواؤں پر پرواز کر سکتا ہے۔ غرض عناصر کے دنیا میں حتی الامکان قوت آزمائی کر سکتا ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام نے بھی بادیِ علوم و فنون بننا سکھا تھے اور قدرت نے خود انسان کو اختراع کی قوت عطا کر کے میدانِ علوم و فنون میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔ ہاں اگر ہدایت کے خاص انتظام کے بغیر وہ بچہ نہیں کر سکتا ہے تو یہ کہ (۱) اپنے فکر و عمل کو آئینِ ربانی کے مطابق رکھے۔ (۲) اپنا حقیقی مقام پہچانے۔ اور اہدیت کی تعبیر کرتے ہوئے بقائے (السانیت اور حیات جاوید) کے پہلو پر ساعت پیش نظر رکھے۔ آئینِ ربانی کے یہ وہ بنیادی علوم ہیں جن میں انسانی جماعت اگر غفلت کر جاتی ہے تو قانونِ اسباب کی زد میں آکر گرفتار تباہ ہو جایا کرتی ہے انہی حقائق کو یاد دلانے اور ذہن نشین کرنے کیلئے انبیاء کرام مبعوث ہوئے کہ انسان ترقی و تمدن ہمارے ہمیشہ انہیں بھولی جایا کرتا ہے۔ اور خشک مضامین کہہ کر ان سے منہ موڑ دیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد و بوءکم فی الارض متخذون من سھولھا قصورا و تخشون الجبال بئنا فاذکروا الارض و لا تعثوا فی الارض یفسدین (اعراف) اور تم یہ یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ

نے تم کو عباد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بنانا
 ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو پس خدا کی نعمتوں کو یاد
 کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ حضرت ابو علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
 یا قوم استغفروا ربکم ثم تو بوا الیہ یسر السبل علیکم مدد راؤ ویزدکم قوۃ الی قوتکم
 ولا تتولوا مجرمین (مجرم، اے میری قوم تم اپنے گناہ (کفر و شرک وغیرہ کی) آیت
 رب سے معافی مانگو پھر ایمان و عمل کی برکت سے) تمکو اور قوت دیکر تمہاری
 قوت (موجودہ) میں ترقی دے گا پس ایمان سے آؤ اور بحجم رکھ کر (ایمان سے)
 اعراض نہ کرو۔ اور پھر ارشاد ہوا۔ اشیون یکل ریح آیت لعنہون بتجدد
 مصالح لعلکم تملکون واذ البشتم لبطشتم جبارین فاتقوا اللہ واطیعوا
 واطیعوا الذی ابدکم بالعلمون۔ اے تم یا نعم ونبین وجات وعیون انی اخاف
 علیکم عذاب یوم عظیم۔ کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار بناتے ہو جسکو محض
 فضول بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تمکو ہمیشہ رہنا ہے اور
 جب کسی پر دار و گیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر اور ظالم بن کر دار و گیر کرتے ہو۔
 پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، اور اس اللہ سے ڈرو جس نے
 ان چیزوں سے تمہاری امداد کی جسکو تم جانتے ہو یعنی مویشی بیٹوں اور باغوں
 اور چشموں سے تمہاری امداد کی، مجھکو تمہارے حق میں ایک بڑے سخت دن
 کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
 یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ وادعوا الکیل والمیزان ولا تجسوا الناس شیاعہم
 ولا أنفسہ وانی الارض بعد اصلا حواءکم خیر لکم ان کنتم مومنین ولا تقعدوا لکل

صراط تو عدل و قصد دن عن سبیل اللہ من اس بعد و تنجو، بھاجو چاوا ذکر و
 اذ کنتم قایلاً فکثر کم و الفطر و کیف کان عاقبتہ المفسدین (اعراف)
 اسے میری قوم، اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تمہارے پاس
 تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم باپ اور تول پوری پوچھا
 کیا کرو اور لوگوں کا انکی چیزوں میں نقصان نہ کیا کرو، روئے زمین میں اسکی اصلاح
 کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم ایمان والے ہو، تم ستر کون
 پر اس غرض سے نہ بھیجا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو، اور اللہ
 کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے ہو، اس حالت کو یاد کرو جبکہ
 تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ مفسدوں کا کیسا انجام ہوا
 غور فرمائیے یہ نہیں کہا کہ تم نعمت، آسائش سے متمتع نہ ہو کیونکہ خدا کے کلام
 میں کیسے تناقض و اختلاف نہیں ہے دنیا کے خزانے جب انسان کیلئے خدا کی طرف
 سے کھول دیئے گئے ہیں تو انبیاء و ربانی ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے سے کیونکر
 منع کر سکتے تھے بلکہ ارشاد ہوا تو یہی کہ جو چیزیں تمہیں عطا ہوئی ہیں، فطرت
 کا حقد و زیبائش و جمال تمہارے لئے اتارا گیا ہے اس سے جائز حد تک فائدہ
 اٹھاؤ۔ خالق کے فیض عظیم کو اپنے ہی ذات تک محدود کر کے اسکی وسعت کو
 تنگی کا الزام نہ دو تعمیر کرو و تخریب کے درپے نہ بنو۔ فاذ کرو آلہ اللہ و لا تعولوا
 فی الارض مفسدین۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ
 پھیلاتے پھرو۔ خالق فطرت نے انبیاء کو بھیجا تا کہ وہ سننے والوں کو سنا دیں
 کہ افساد و اسراف بگاڑنے کے مراد ہے یہ کیا ہے کہ قدرت نے اپنے کاحکم و جہت

اور تم بگاڑتے پھرتے ہو صرف یہی نہیں کہ تم بیکار و بیکار بن گئے والوں کا ساتھ
 بھی نہ دو۔ حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا: وَلَا تَطْغَوْا اِنَّ الْمُسْرِفِيْنَ
 بِالَّذِيْنَ يَفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يَصْلَحُوْنَ (شعراء) تم ان حدود سے نکل جانے
 والوں کا کہنا نہ مانو جو سر زمین میں فساد کیا کرتے ہیں اور کبھی اصلاح نہیں کرتے
 ہدایت ربانی نے جسطرح زمین میں فساد پھیلانے والی اقوام کو ایک ایسی ہستی سے
 ڈرایا جو سب پر غالب ہے اور انہیں نیکوکار انسان بننے کی دعوت دی اسی طرح دلت
 اور پستی میں گھری ہوئی اقوام کے وجدان و افکار میں خدا کی عظمت اور محبت کا عقائد
 بٹھا کر انھیں اصلاح فکر اور صالح عمل شخصیت بننے کی ترغیب دی اور اس طرح ایک کوشش
 اور مفید قوم کو راہ راست پر لا کر اور مظلوم و مظلور امت کو احساس عزت و لا کړدلو
 افراط و تفریط میں مبتلا اقوام کو انسانیت کے آئینہ پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا
 حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، اسرائیلیوں کو کوئی بھولی ہوئی حقیقت یاد
 دلاتے ہیں اور ان کے چہرے کو دلت و رسوائی کے گرد و غبار سے صاف کرتے ہوئے
 فرماتے ہیں: وَ اذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ يٰ قَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَوْ جَعَلْ فِىْكُمْ
 وَجْهًا لِّمُلُوْكُمْ اَوْ اَتَاكُمْ مِّنْ اَحَدٍ مِّنْ اَعْدَائِكُم مَّا يَكُوْنُ لَكُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
 الْمَقْدَسَةِ الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ
 اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا
 کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو اور تم کو وہ چیز میں
 دین جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں اے میری قوم اس متبرک
 ملک میں داخل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصے میں لکھ دیا ہے اور مجھے واپس

منت چلو کہ پھر یا اکل خساہ میں پڑ جاؤ گے قطع آیت کس قدر پر مبنی ہے۔
 لیکن اس مقہور اور مغلوب فرقے نے آخر وہی جواب دیا جسکے سوا کچھ سوچ ہی نہیں سکتا تھا
 قالو یا موسیٰ ان فیما قوا جبارین وانا بن مخلصا حتی یخرجونہا فان یخرجونہا
 فانا واطلون کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں اور
 ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھینگے جب تک کہ وہ ہاں سے نہ نکل جائیں ہاں اگر وہ
 وہاں سے کہیں اور چلے جائیں تو ہم بیشک جانے کو تیار ہیں۔ قال رجلان
 من الذین یحافون النعم اللہ علیہما اذ خلوا علیہم الباب فاذا دخلتموہ فاماکم
 قابلون وعلی اللہ فتوکلوا ان کتم مومنین فساوا یا موسیٰ انا بن مخلصا ابد اباد اموا
 فیما فاذا صعب انت دریک فقط انا صہنا قاعدون۔ ان دو شخصوں نے
 جو کہ ڈرنے والوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا کہا کہ تم ان پر
 دروازے تک تو چلو پھر تم جیسے ہی دروازے میں قدم رکھو گے ویسے ہی
 غالب آ جاؤ گے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم ایمان والے ہو کہنے لگے
 موسیٰ جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم ہرگز وہاں قدم نہ رکھیں گے تو آپ
 اور آپ کے اللہ میان چلے جائیے اور دونوں لڑ پھڑ لیجے ہم تو یہاں سے ستر ہیں
 حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انکی یہ پستی اخلاق و کردار ناگوار ہوئی تو
 عرض کیا۔ قال رب انی لا املک الا نفسی و اخی فافرق بینا و بین القوم
 الفاسقین۔ موسیٰ علیہ السلام دعا کرنے لگے اے میرے پروردگار میں اپنی
 جان اور اپنے بھائی پر اللہ اختیار رکھتا ہوں پس آپ ہم دونوں کے اور
 اس نافرمان قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ فرمان ربانی نازل ہوا۔

قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة فيجئون في الارض فلما س على القوم
 الفاسقين - ارشاد ہوا کہ ۔ تو یہ ملک انکے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا
 (اور وہ) (بڑی زمین میں ہمارے پھر گئے پس آپ اس نے حکم قوم پر غم نہ کیجئے
 حقیقت یہ ہے کہ فرعون کے ظلم و استبداد نے بنی اسرائیل کے دل و عین ذلت و ہوانی
 کا دائمی اعتقاد بیٹھا دیا تھا اسلئے ضروری تھا کہ انہیں حریت کی فضا میں رکھا جائے
 تاکہ وہ نسل فنا ہو کر دوسری نسل نمودار ہو جو حریت کی فضا میں اٹکھ کھول چکی ہو۔
 علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ علماء و اختراع کا یہ نظریہ
 کہ ایک قوم کی علمی تربیت کیلئے چند رہ سال کافی ہیں لیکن اسکی اخلاقی تربیت کیلئے
 چالیس سال درکار ہیں

قرآن کریم اور غلامی | کسی ناتوان بیمار کو صحت سے قریب کرنے کیلئے ایک طبیب
 دو باتوں کا محاذ ضرور رکھتا ہے ایک یہ کہ حرفیض کے جسم میں جتنی مقوی غذا ایاد و استعمال
 کرنے کی برداشت ہو اس سے زیادہ طاقت کی غذا ایاد و نہ دی جائے دوسرے یہ کہ
 رفتہ رفتہ اس کے مرض اور علت کا ازالہ بھی ہوتا رہے اسی طرح ایک ماسر اجتماع
 کسی بے راہ اور ناشائستہ قوم کو اعتدال اور شائستگی کے مقام پر لانے کے مسئلہ میں
 یہی مشورہ دے گا کہ اس کو تعلیم اور اعلیٰ تربیت کے ذریعہ شائستہ اور مہذب
 بنایا جائے۔ آزادگی محض بہانہ سے زیادہ قریب ہے دنیا میں آزادی اور حکومت
 اسی فرد و قوم کا حق رہا ہے جو تعمیری ضوابط کی زیادہ سے زیادہ پابند ہو۔ آئیے اب
 اس بنیاض فطرت مذہب اسلام کے تعمیری اصولوں پر ایک دوسرے پہلو سے
 نظر ڈالیں اس نے دنیا کی قدیم رسم غلامی کو یہ کہہ کر نہیں مٹایا کہ جاؤ تم سب آزاد ہو

مگر علماء استعماری مقاصد کی تکمیل کرتے ہوئے تاریخ عالم میں اپنا یہ حیرت انگیز کارنامہ دکھا دیا کہ کلچر اور تہذیب و شائستگی سے نا آشنا اور ذلیل و ذرا اندہ جماعت کو اپنے داخلی مجلسی مذہبی حقوق دیکرا نہیں اسلام کے لیے نظیر حاشرتی و مذہبی غور اور سیاسی حلقوں میں اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کیلئے آزاد چھوڑ دیا۔ غور فرمائیے کہ اگر مغلوب جماعت کے افراد کو دھکے دے کر مصلحت بنوی کا فیصلہ ہو کہ انکو سرپرستی میں لے لیا جائے، اگر انہیں ایک دم آزاد کر دیا جاتا تو وہ پھر اسی جاہلی عصبیت اور جاہلی اعمال و اطوار پر بدستور قائم رہتے اور اگر انکی تعلیم و تربیت کا علاوہ انتظام کیا جاتا تو ایک طرف خود انکے اخلاق میں اسلامی تعلیم کے عناصر بخوبی شامل نہیں ہو سکتے تھے دوسرے کل عالم کو جو منادات کی تعلیم دی جا رہی تھی اسکی عملی تربیت کے ذرائع محدود بلکہ غالباً مفقود ہی رہتے اسلئے اسلام کے استعماری سیاست اسکی مقتضی ہونی کہ انکے اخلاق اور کردار کو انوار نبوت سے بلاوا اسلئے روشنی پہنچائی جائے۔ ہدایت زبانی اور تربیت بنوی نے مغلوب جماعت کے نوواردین کیلئے فیض تعلیم و تربیت کے وسیع ذرائع فراہم کر رکھے ہیں انکے حقوق کی کامل نگہداشت فرمائی اور رفتہ رفتہ انہیں آزاد زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا۔ حکمت الہیہ ضابطے ہی کچھ ایسے مقرر فرمائے کہ دنیا کے ذہن میں غلامی کا جو مفہوم تھا وہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے جسے ہم اور آپ علامتی کہتے ہیں اسلام میں دوستی اور بھائی بندی کا رشتہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ قرآن کے نزدیک جیسی اعتبار سے پوری انسانی جماعت ایک ہی درجہ رکھتی ہے میرا یہ دعویٰ دینِ رحمت کے تعمیری دلائل پر مبنی ہے۔ وہ یہ ہیں کہ تقویٰ کا

نصف العین ہمارے اور آپ کے فیض تہذیب اور تمدن کے مفہوم سے کہیں زیادہ بلند اور بہتر ہے پھر دیکھئے کہ ۔ یا ایہا الناس انا جئناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرکم عند اللہ التعلکم الاۃ ۔ اے لوگو! ہم نے تمکو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ لافضل لعربی علی عجمی الا بال تقویٰ اور فرمان بنی کریم علیہ السلام کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں ہے اور فضیلت تو صرف پرہیزگاری سے ہوتی ہے اس تعلیم نے مشرق اور مغرب اور شمال و جنوب کی طنائیں سمجھ کر سب خدا کی زمین میں بسنے والوں کو تقویٰ کی ترغیب دیکر ان کے سامنے فضیلت کا ایک بلند ترین معیار پیش کیا ہے۔ یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز سلطانی۔ اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی۔ تیان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جانا۔ نہ تورانی رہے یا قبی نہ ایرانی نہ افغانی (قبل رحمتہ للعالمین جب اس درماندہ اور نامہذب طبقہ کے افراد کو خدا سے ڈرنے والوں کی سرپرستی میں دیتے تھے تو بلند درجہ ذیل قواعد اور ضوابط کے ذریعہ انہیں آزادی کے لائق پھر آزاد رہنے کا انتظام فرماتے تھے۔ (۱) غلاموں کو مامیٹا نہ جاکے۔ الا انکم بشر ارکم من یا کل وحده و یجلد عبده و یمنع رقدہ۔ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں بدترین (شخص) کون ہے، وہ بدترین ہے جو تمہارا مامیٹا ہے۔ اور اپنے غلام کو کوڑے لگاتا ہے۔ اور اسے اسکا حق نہیں دیتا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو

مار رہے تھے انہوں نے سنا کہ پیچھے کوئی کہہ رہا ہے ”خدا تم پر اس سے کہیں زیادہ قہر رکھتا ہے“ پیچھے مڑ کر دیکھا تو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے فوراً حضرت مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ (حنصور) ”یہ اللہ کی راہ میں آزاد ہے“ فرمایا کہ ”اگر تم اسے آزاد نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہیں جھلسٹی اتھی“

(۲) اسلام میں غلام کو مارنے کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دیا جائے۔ حضرت

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”انی سمعت رسول اللہ صلی علیہ وسلم یقول من

عظم مملوکہ او ضربہ کفارۃ ان یعتقه۔ صحیح مسلم باب صحبۃ الممالیک

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ جو اپنے

مملوک کو مارے یا اسے طمانچہ لگائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے۔

(۳) انپر لعنت نہ کیجائے۔ حضرت ام الدرداء صحابیہ رضی اللہ عنہا عبد الملک

بن مردان خلیفہ کے محل میں مقیم تھیں ایک رات سنا کہ عبد الملک اپنے غلام کو

لعنت کر رہے ہیں صبح اٹھ کر اسے فرمایا کہ ”رات کو تم نے اپنے غلام پر لعنت کیا

ارشاد نبوی ہے کہ جو لعنت کرتا ہے خدا اس کی شفاعت قبول نہیں فرماتا۔“

(۴) آقا جو خود کھائیں وہی اپنے غلام کو بھی کھلائیں اور جو خود پینے وہ انھیں

پینائیں۔ صحیح بخاری میں ہے۔ من کان لہ اخوہ تحت یدہ فلیاکل مما یاکل

و لیسبہ مما یسبہ۔ جن شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو تو وہ اسے وہی کھلائے

جو وہ کھاتا ہے اور وہی پینائے جو خود پیتا ہے۔

(۵) ان سے انکی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے اور اگر کوئی سخت کام ہو تو

آقا اس کام میں خود بھی شریک ہو جائے صحیح مسلم میں ہے۔

للمملوک طعنه وکسوتہ ولا یکلف من العمل الا بالیطاق فان کلفه بالعبیہ فلیعبه علیہ
 کھانا اور کپڑا مملوک کا حق ہے کام اس سے اتنا ہی بیا جائے جتنی اس میں طاقت
 ہو اور اگر اس سے اسکی طاقت سے زیادہ کام لینا ہو تو اس کام میں خود بھی اسکی
 امداد کرے۔ (۶) کسیکو ذات پات کا طعنہ نہ دیا جائے۔ (امہات المؤمنین
 میں حضرت زینبؓ حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودیہ کہا تو
 آنحضرت صلی علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے ایک عرصہ تک بات نہیں کی (ابوداؤد)
 (۷) انھیں عقیف اور پاک دامن رکھا جائے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول
 اپنی لونڈی کے ذریعہ سے حرام معاش حاصل کرتا تھا اسپر یہ آیت نازل ہوئی
 ولا تکرہوا فیتا تم علی البغاء ان اردن تخصنا لیتقوا عرض الحیاة الدنیا۔
 صحیح مسلم میں ارشاد حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ہے کہ جس نے اپنی لونڈی
 کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اسکیلئے دوسرا اجر ہے۔
 (۸) جو غلام صالح اپنی کنائی سے اپنی آزادی کی رقم ادا کرے اسے آزاد کر دیا جائے
 اسکو شریعت کی اصطلاح میں مکاتبت کہتے ہیں۔ (والذین یتبعون الکتاب
 مما ملکتم ایماکم فکاتبوہم ان علمتم فیہم خبراً تمہارے غلاموں میں سے جو
 مکاتب ہوئے خواہ ان ہوں تو اگر ان میں تم بہتری کے آثار پاؤ تو بہتر ہے کہ انہیں مکاتب
 بنا دو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیرین نامی ایک غلام نے اپنے مالدار آقا سے مکاتبت کی
 درخواست کی اس نے منظور کیا سیرین علیہ السلام فاروقی میں فرما کر دی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق
 رضی اللہ عنہ نے اسے فاکو بلوایا کہ اکی دو خواست منظور کرو اس نے جب انکار کیا تو کوڑا لیکر اٹھ کر آگے بڑھے
 یہ آیت شریف تلاوت فرمائی ”فکاتبوہم ان علمتم فیہم خبراً“

اس طرح ہمارے پیہ خرچ کئے جو میرے اس بکس کی دادرسی ہوئی اور میری کی گردن
 قیدِ غلامی سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہو گئی۔ آج اکثر شہرِ دکن کے مسلمان بے پالک بچوں
 کو پرورش کرنے کے احسان میں انھیں چھو کر آواز چھو کر آواز چھو کر آواز چھو کر آواز
 ایک طرف اگر انہیں کھلاتے پلاتے ہیں تو دوسری طرف انکی تحقیر و توہین میں کوئی
 دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے۔ بخدا انہیں ذرہ برابر یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنا احسان
 جتا ہوئے ان آزادوں کے ساتھ ایسا براؤ کریں جیسے اسلام نے غلاموں کیلئے
 بھی روا نہیں رکھا ہے۔ (۹) قرآن کریم نے بعض گناہوں کا کفارہ غلام آزاد
 کرنا مقرر فرمایا ہے اور غلام نہ ہونے کی صورت میں روزہ وغیرہ کو کفارہ قرار دیا تم
 کے بارے میں ارشاد ہے۔ کفارۃ اخطاء عشرۃ مساکین من ادسۃ بالطنین
 ابلیکم او کسوتم اور تحریرِ رقبہ الخ (المائدہ) قسم منعقدہ کو توڑنے کا کفارہ
 دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جیسا کہ تم اپنے اہل و عیال کو
 کھلاتے ہو یا انکو کپڑے پہنا دینا یا ایک غلام آزاد کرنا الخ (ظہار کا کفارہ)
 والذین بظاہرہن من نسائکم تم یحودون لما قالوا فتحریر رقبہ الخ (مجادلہ)
 جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں اور (پھر جس کے نہ کرنے کا عہد کر چکے
 تھے) وہی کرتے ہیں تو انہیں ایک غلام آزاد کرنا چاہئے۔ الخ (۱۰)
 (قتل بلا عہد کا کفارہ) دس قتل مومن اخطا فتحریر رقبہ مومنۃ الخ (۱۱)
 جس نے دھوکے سے کسی مسلمان کو قتل کر دیا اس پر ایک مومن کی گردن
 خلاصی (کفارہ دین) لازم آئی الخ۔ (۱۲) مذکورہ میں سے ایک رقم
 غلام آزاد کرنے کے لئے خاص کر دی گئی۔ انما الصدقات للفقراء والمساكين

والعالمین علیہا ذالمولفہ قلوبہم وفی الرقاب۔ (بخاری) صدقات کی رقم محتاجوں اور مسکینوں کیلئے اور زکوٰۃ کے تحصیل و ادا کرنے کیلئے ہے نیز اسلام کی طرف مائل کرنے کیلئے اور غلام آزاد کرنے کیلئے۔ (بخاری) اسلام آزاد کرنے کو نجاتِ اخروی اور اجرِ خیزیل کا ذریعہ بنایا ہے۔ فلا اتقوا العقیقۃ ویا ادرکنا لعقیقۃ فک رقیۃ۔ (بخاری) وہ شخص دین کی گھاٹی میں سے ہو کر کیوں نہ نکلا اور تم کیا جانو کہ دین کی گھاٹی میں سے ہو کر نکلا کیا ہے وہ غلام آزاد کرنا یا فاتحہ کے دن کسی رشتہ دارِ نیک کو کھانا کھلانا۔ (بخاری) حدیث شریف میں ہے کہ جو ایک غلام آزاد کرے گا تو غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کا ہر عضو آگ سے نجات پائے گا۔ (صحیح مسلم) ایک شخص نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا ”علمنی علما یہ خلنی الجنۃ“ قال لئن اقصرت الخطبۃ لقد عرضت المسئلۃ اعتق النستہ و فک الرقیۃ۔ کوئی ایسا کام بتائیے جو مجھے جنت کا مستحق کر دے فرمایا اگر تم نے خطاب مختصر کیا ہے لیکن سوال نہایت وسیع ہے غلام آزاد کرو اور آزاد کرنے میں مدد دو۔

ابن تعلیم و ترغیب کے اثر سے صد ہا غلام اور لونڈیاں غیر معمولی سرعت کے ساتھ آزاد ہوتی رہتی تھیں۔ اب کیا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اس وقت میں وہ مذہبِ اسلام سے بخوبی واقف ہو جاتے ہوں گے۔ (۱۲) بہت ممکن تھا کہ ہمارا موجودہ احوال اور طریق زندگی دینِ رحمت کے اس زرین دور کا نقشہ دنیا کی آنکھوں سے اجمل رکھتا لیکن علم و بصیرت کی امداد سے ہم اب بھی عہدِ نبوی کا فیضانِ رحمتِ نظر کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ قارئینِ کرام اس دین کی جامعیت اور انبیاءِ نوازی کی

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کا پیشوا رفیق اعلیٰ اختیار کرتے ہوئے یہ وصیت کر جاتا ہے کہ ”الصلوة و مالکیت ایتانکم (کسلا نوا نماز اور لوٹھی غلاموں کے حقوق) ان تعمیری احکام کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت و حقیقت تعلیم و تربیت کے خدائی حلقے تھے۔ ان کے سینے خلق خدا کی خدمت کیلئے کھلا رہے تھے اور وہ ٹھوس تعمیری امور انجام دیتے تھے۔ اب ہم اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے چند تاریخی حقائق نقل کرتے ہیں جن سے یہ معلوم ہو گا کہ تمام عالم کے دروازہ طبقہ غلامان نے بیرون اسلام کے بھائی۔ دوست اور سردار و محبوب بن کر تربیت حاصل کی۔ آزادی سے ہم کنار ہوئے اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے۔ مذہبی اور اعلیٰ مراتب حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب اذان دیکر خدائی طرف بلائے تھے تو بڑے بڑے سردار اور خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ اکٹھا ہو جاتے اور آقا و غلام ایک ساتھ اللہ کے سامنے سر جھکاتے تھے حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہم صاحب روایت تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ کی بکثرت روایات پائی جاتی ہیں۔ نقادین حدیث کی نظریاں انکی روایات عظیم الشان مرتبہ رکھتی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ حضرت نافع سے بواسطہ امام مالک رحمہ اللہ جو روایت کرتے ہیں اسے محدثین کرام سلسلۃ الذهب سنہری کریمین کہتے ہیں۔ المیار کو مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی سلسلہ نفع عربی میں مولیٰ کے معنی دوست، چچا زاد بھائی اور سردار کے ہیں آزاد کردہ غلام کیلئے بھی یہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے حضرت نافع رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ تھے۔

صاحب روایت بزرگ گذرے ہیں مسلم بن یسار مولیٰ ابی طلحہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے میں علم و فضل کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ابو نعیم الفضل بن کون بن حماد المحدث آپ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ (آزاد کردہ) تھے اور حضرت عائشہ اور حضرت ثور بن رحمہما اللہ سے روایت کرتے تھے اور مشہور محدث گذرے ہیں عطاء بن یسار امام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مولیٰ تھے ان کے بیٹے عطاء اور سلیمان اور مسلم و عبد الملک یہ چاروں فقیہ گذرے ہیں۔ مالک بن ہینا و کنیت ابو یحییٰ، نبی سامہ بن لوئی کے مولیٰ تھے یہ مصاحف نویس بزرگ گذرے ہیں۔ عبد العزیز بن صہیب ملوک تھے قاضی ایاس بن معاویہ نے تنہا انکی شہادت کو مقبول قرار دیا۔ لیث بن ابی عنبسہ حضرت ابوسفیان کے مولیٰ تھے بڑے متقی بزرگ تھے جامعہ مسجد کوفہ میں مشغول عبادت رہتے تھے۔ عیاد بن ابی صلح اور سہیل بن ابی صلح یہ دونوں صاحب روایت بزرگ تھے ان کے والد ابوہلح البسان بنی قیس کی ایک خاتون کے مولیٰ تھے۔ حمید الطویل طلحہ۔ الطلمات بن عمر کے مولیٰ تھے۔ اصمعی ایاس بن معاویہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ حمید الطویل کی مثال کھجور کے درخت کی ہے کہ اس سے سب ہی نفع مند ہوتے ہیں۔ محمد بن الحسن الفقیہ یہ بزرگ بنی شیبان کے مولیٰ تھے انہوں نے امام ابو زاعمی اور امام ثوری اور سعید مالک بن معول و عمر رحمہم اللہ جیسے بلند پایہ محدثین سے حدیث سنی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کر کے فقہ میں عام شہرت حاصل کر لی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے انہیں قسہ کا قاضی مقرر فرمایا۔

۱۔ ان تمام بزرگوں کے اسماء وغیرہ حصار ابن قتیبہ سے ترجمہ کئے گئے ہیں۔

مجلسی مراتب اور برادرانہ برتاؤ | ایک بار حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ
 وجہہ نے گارڑے کی دو نمبصیں خریدیں ساتھ میں انکا غلام بھی تھا بولے ہیں
 سے جو تمہیں پسند ہو سیلو۔ اس نے ایک سیلی لے لی صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوذر
 غفاری رضی اللہ عنہ اور انکا غلام دونوں ایک طرح کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اسکا
 سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ غلام کو گانی دی تھی تو حضور اقدس
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ابوذر تم میں ابھی تک جاہلیت کا اثر باقی ہے۔
 یہ تمہارے بھائی ہیں انہیں خدا نے تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ جسکا بھائی اسکے
 ہاتھ میں ہو اُسے چاہیے کہ جو خود کھائے پیئے وہی اُسے بھی کھائے پلائے خباب
 بن ارت رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی نشست گاہ پر بٹھائے ہوئے
 فرمایا ایک اور شخص بھی ہے جو اس جگہ کا مستحق ہے پوچھا گیا وہ کون؟ فرمایا بلال
 صحیح مسلم باب فضائل سلمان و بلال و صہیب رضی اللہ عنہم) میں روایت ہے
 کہ حضرت ابوسفین بعض دوسرے صحابہ کے ساتھ حضرت سلمان و بلال و صہیب
 رضی اللہ عنہم کے پاس آئے ان لوگوں نے فرمایا کہ اللہ کی تلواروں نے دشمنوں
 میں کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے کہ تم شیخ قریش
 اور ان کے سردار ابوسفین اسے ایسا کہتے ہو۔ واپس ہو کر حضور اقدس کو اسکی
 خبر دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر شاید تم نے ان لوگوں کو ناراض
 کر دیا۔ اگر واقعی تم نے ایسا کیا ہے تو اپنے خدا کو ناراض کر کے بیٹھے ہو۔ یہ سن کر حضرت
 ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت سلمان و بلال و صہیب رضی اللہ عنہم کے پاس گئے
 لہ اسوۃ صحابہ ج ۱ بحوالہ اسد الغابہ

اور (معافی چاہتے ہوئے) کہا ”کیا میں نے آپ لوگوں کو ناراض کر دیا؟“ انہوں نے کہا نہیں۔ اللہ تم کو معاف کرے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشرک کی غلامی سے آزاد کرادیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے اس طرح بیان فرماتے ہیں ”ابو بکر سیدنا و اعتق سیدنا کو ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے ساتھ لڑا اور آزاد کیا“ سنس نسائی اور معارف بن قتیبہ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے کہ کہ خاندان نبوت کے چشمہ چرخ حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو آزاد کر کے اس سے اپنی والدہ کی شادی کر دی اور آپ نے ایک لونڈی کو آزاد کر کے اس سے خود نکاح کر لیا۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ان رشتوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا حضرت علی نے جواب دیا کہ تمہارے لئے اسوۂ نبوی موجود ہے کہ انہوں نے جی بن خطیب یوی کی لڑکی کو آزاد کر کے اسے خود نکاح کیا اور زید بن حارثہ کو آزاد کر کے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے انکا نکاح کر دیا۔

خاص عہدوں کا امتیاز۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ سے باہر تشریف لیجاتے ہوئے حضرت ابن ابی ابراہیم کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ محبوب رسول اللہ کے لقب سے مشہور تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کی قیادت کیلئے منتخب فرمایا۔ ان کے بیٹے اسماء بن زید بن حارثہ کو ایک لشکر کا قائد بنا کر بھیجا۔ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے، حضرت مصعب بن زمیر رضی اللہ عنہ کے خاص آدمی تھے انکی وفات کے بعد انکا متروکہ دس لاکھ لیکر مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ سلیمان بن

بلال قاسم بن محمد کے مولیٰ تھے مدینہ میں خراج کی تحصیل اُن کے ذمہ تھی۔ ابو زناد
رضی اللہ عنہ ہمدانی الاصل تھے اور ملکہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا کے مولیٰ تھے فاروق
ثانی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے انہیں عراق کے محافل پر مقرر فرمایا۔ موسیٰ الہادی ام
ولد خیزران کے صاحبزادے تھے ایک سال چند ماہ تک بغداد کے گورنر رہے باقی سلمہ
حفص بن سلیمان ہمدان کے سپیع نامی ایک قبیلہ کے آزاد کردہ تھے حسن بن محمد طیبہ
کے بعد انہوں نے عنان خلافت ہاتھ میں لی۔ (سعاد بن قتیبہ) مسلمان
فائزین میں طارق غلام کا نام بھی عالمگیر شہرت رکھتا ہے اور اسلامی تاریخ میں مدح
مقابلیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ حافظ ابن الصلاح المتوفی ۷۵۰ھ اپنے مقدمے
میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ عبد الملک بن مروان کے پاس گئے
انہوں نے کہا زہری کہاں سے آ رہے ہو امام نے جواب دیا مکہ سے۔

عبد الملک - مکہ کا حاکم کون ہے۔ خلیفہ - یہ عرب ہیں یا مولیٰ ؟

امام زہری رح - عطاء بن ابی رباح امام مولیٰ ہیں۔

خلیفہ - عطاء بن ابی رباح عرب ہیں یا مولیٰ

امام - مولیٰ ہیں۔

خلیفہ - انہیں کس وجہ سے اقتدار ملا ؟ خلیفہ - انہوں نے کس وجہ سے اقتدار پایا ؟

امام - دینداری اور روایت حدیث کی وجہ سے امام - جس وجہ سے عطاء بن ابی رباح نے اقتدار پایا

خلیفہ - بیشک نیکو اقتدار کے مستحق ہیں خلیفہ - یہ یہی چلیا اور ضرور اُن پر کون حکمران ہے

اور اہل یمن پر کون حکمران ہے۔ امام یزید بن ابی حبیب

امام - طاؤس بن کیسان۔ خلیفہ - یہ عرب ہیں یا مولیٰ

خلیفہ - بصرہ والوں پر کون حکمران ہے ؟

امام - حسن بن ابی الحسن -

خلیفہ - عرب ہیں یا موئی ؟

امام - موئی

خلیفہ - خدا آپ کا بھلا کرے - کون پر کون

حاکم ہے - ؟

امام - ابراہیم النخعی

خلیفہ - زہری (خدا آپ کا بھلا کرے) آپ کا

میری پریشانی رفع کر دی - سجدہ کچھ دنوں

میں موالی سارے عرب کو گھیر لیں گے

انہیں کھیلے پڑھے جائیں گے اور بان سے نیچے بیٹھیں گے

امام - امیر المومنین حکومت و حقیقت خدا کا دین اور

اس کے احکام ہیں جو انکی حفاظت کرے گا وہ سرور کا

اور جو انہیں ضائع کرے گا وہ نیچا مقام پا سکے گا۔

غرض طبقہ غلامان اسلام کی ہمدردی اور مساوات اور عالمگیر تعمیر کی اسکیم میں

داخل ہو کر حیرت انگیز سرعت کے ساتھ خاندانی سرداروں کے ہم پلہ ہو گیا اسادات

کی یہ کوئی معمولی مثال نہیں ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے

مقررین بارگاہ نبوت کی موجودگی میں اپنے آزاد کردہ اور محبوب زید بن حارثہ کو

کما ٹھری کیلئے منتخب فرمایا اور انکے بیٹے اسامہ کو اسی اعلیٰ عہدے پر مقرر فرمایا۔

امام - موئی ہیں -

خلیفہ - شام پر کون حکمران ہے ؟

امام - کھول -

خلیفہ عرب ہیں یا موئی ؟

امام - موئی ہیں -

خلیفہ - جزیرہ والوں پر کون حکمران ہے ؟

امام - میمون بن مہران

خلیفہ - یہ عرب ہیں یا موئی ؟

امام - موئی ہیں -

خلیفہ - خراسان والوں پر کون حکمران ہے ؟

امام - ضحاک بن مزاحم -

خلیفہ - یہ عرب ہیں یا موئی ؟

امام - موئی ہیں -

فاطمہ بنت نبیس قرشیہ نے حضور اقدس سے عرض کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور ابو جہم رضی اللہ عنہ نے انہیں پیام دیا ہے۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ ابا جہم عورتوں کے معاملہ میں سخت ہیں اور معاویہ بہت مغلس ہیں تم اس بار سے شادی کر لو۔

آج اپنے ماحول کے بعض ناقابل بیان واقعات کے پیش نظر اسلامی مساوات ائمہ ہمدردی کا تذکرہ کرتے ہوئے خجالت محسوس ہوتی ہے جہاں ایک آزاد لڑکی کو چھو کر یا نام دیا جاتا ہے اور ایک معمولی سی خطا پر اس کے چہرے کو آگ سے جلا دیا جاتا ہے۔ سخت حیرت اور افسوس ہے کہ نوکر و نوکرہ کو ضروری مذہبی اور اخلاقی تعلیم و تربیت دینے کے بجائے انہیں دو کوڑی کا انسان کہہ کر پکارتے ہیں اور اس طرح ان کے احساس ترقی کو پامال کرنے کی ناجائز کوشش کی جاتی ہے۔

کیا ایسی ہی تاریک فضاء میں استعماری مقاصد کی تکمیل کی جاتی ہے؟ اسلامی غزوات میں لڑائی ختم ہونے تک لونڈی تو کجا ایک آزاد عورت بھی جاہلی عصیت اور جاہلی ذہنیت میں ذلیل و خوار سمجھی جاتی تھی کہ اس پر بے چھتے ہی اب وہ کسی نہاجر کسی انصاری کمانڈر سردار اور فوجی کی حرم میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ حق و انصاف کی بنیاد پر سارے زمانے کی مہر لہ خاتون بنا دیتی ہے۔ اب اس کی اولاد اور خود وہ ایک آزاد مرد صالح و مہذب کے اہل و عیال میں داخل ہیں اسی طرح کفار اور مشرکین کے پس لشکر کتنے ہی ہونہار مرد عظامی کی ناقابل شکن زنجیروں میں رہ کر چاکری کرتے کرتے اپنے احساس و ذہنیت کو تقریباً پامال کر چکے ہیں اور اسلام کے آغوش میں پہنچتے ہی بڑے بڑے مہذب بزرگوں کے بھائی اور دوست بن جاتے ہیں اور ان کی سرپرستی میں رہ کر منقہ اور پرہیزگار یعنی کامل

مہذب انسان بنکر اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہوتے ہیں۔ قادیان گرامہ یہ نیت
 نوازی یہ مساوات درحقیقت اسلام کے استعماری ضوابط کی عالمگیر وسعت
 کا نتیجہ تھی۔

قرآن کا طریقہ تہذیب نفس

”اسید و بیم کے شمول سے انسانی نفس میں تعمیری
 تحریک باقی رہ سکتی ہے“

فرمان ربانی برحق ہے کہ فاطمہا فجورہا و تقواہا قد اطلع من زکھا و قد خاب من شہا
 پتہ (خدا نے انسانی نفس میں نیکی اور بدی دونوں دکھا دیں) (بتا دیں)
 اب وہی کامیاب ہوا جس نے نفس کو پاک رکھا اور جس نے نفس کو (آلودہ و معصیت)
 پامال کیا وہ نامراد ہوا۔ انسان کے ظاہری اعضاء کی طرح اس کے باطنی عوامل
 بھی تخریبی اور تعمیری دونوں قسم کی استعداد رکھتے ہیں۔ لہذا اختیار راہ کی آزادی
 کی وجہ سے انسان سے اس وقت مواخذہ کیا جاتا ہے جب وہ اپنی کسی استعداد
 کو بے محل اور خلاف قانون ربانی استعمال کرتا ہے۔ عدل یہ ہے کہ انسان کے
 ظاہری اور باطنی عوامل قدرت کے مقصدِ تعمیر کے موافق مصروف عمل ہوں۔ ظلم
 یہ ہے کہ ان سب کا رجمان تخریب کی طرف ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ انسان کے باطنی
 عوامل کو تعمیر انسانیت کی طرف کیوں پھیرا جائے۔ اسلام نے انسان کے باطنی نظام کو
 اصلاح پر لائے کیلئے لمبی مدد روحانی دونوں وسائل اختیار کئے ہیں روحانی وسائل

میں یہ انتہا دے کہ - ۱۔ سب سے زیادہ اُسی ذات سے عوض صلہ اور انعام کی امید جو کسی کے نیک عمل کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ جو گناہوں کو بخشتا ہے اور نیکو کو گناہ کی گواہی امید سے زیادہ انعام دیتا ہے۔ زندگی کی امتحان میں جو بھی کامیاب ہو جائے آخرت میں ابدی راحت اور دائمی اطمینان نصیب ہوگا۔ ۲۔ سب سے زیادہ اس زبردست ہمتی کے عتاب کا خوف جو زندہ اور پائیدہ دانا اور بیلیہ اور امیر ہو۔ شاہ فقیر سب پر قادر ہے۔ خوف و امید یہ دو غیر مادی ہتیار ہیں جو ہر ساعت اور لمحہ انسان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں اسوقت بھی جبکہ مادی ہتیاروں کا خوف آسے تخریب اور افساد سے باز رکھتا ہے اور اسوقت بھی جب وہ تنہا اپنی خواہشات پر عمل کرنے میں آزاد ہوتا ہے۔ خوف اور امید دونوں کے شمول سے انسان کے دل میں محبت اور اطاعت کا جذبہ باقی رہ سکتا ہے در نہ محض ڈرانا یا امید دلانا کوئی سستا نہیں ہے۔ بنی عبادی اتی انا العفورا الرحیم وان عذابی ہو العذاب الالیم پس کبھی بندوں کو خبر دید کہ میں بڑا بخشنے والا مہربان ہوں اور میرا عذاب بڑا دردناک عذاب ہے، انسان شخصی نفع اور ذاتی بھلائی پر حریص ہے مگر اسلام کے نزدیک یہ مقصد بھی حقیقی معنی میں اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب انسان نفس کو اس مرکز پرے آئے جہاں سبکی بھلائی پر نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اور اسکی تدبیر اس سے بہتر کوئی نہیں ہے کہ اسے ایک عادل، نگران کار ذات کے خوف و امید سے آباد کر کہا جائے حتیٰ کہ وہ اسی ذات کے بنائے ہوئے عالمگیر نفع کے قانون میں سکون اطمینان اور رغبت محسوس کرنے لگے اور یہ وہ مقام ہوگا جہاں سے انسان حیات، جاوید اور فلاح حقیقی سے سرفراز کیا جائے گا اور سبکی سایہ رحمت ثابت ہوگا۔ اب آپ کلام

رہانی میں نفس کی تخریبی اور تعمیری تھریک اور یکے انجام اور ترقی انسانیت
 کے ضابطے ملاحظہ فرمائیے۔ ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوة الدنیا
 واطمانوا بہا والذین ہم عن آیاتنا غافلون اولکک ما کوہم النار بما کانوا
 یکسبون۔ بیشک جن لوگوں کو ہماری تقار کا ڈر نہیں ہے اور دنیوی
 زندگی سے وہ راضی اور مطمئن ہیں اور وہ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں یہ
 ہی وہ لوگ ہیں جنکی بد اعمالیوں کی پاداش میں انکا ٹھکانا جہنم ہے۔
 اذہب الی فرعون انہ طغی فقل ہل لک الی ان تزکی وادیک الی ربک
 فتحشی فرعون کے پاس جاؤ کہ اس نے کشرنی اختیار کر رکھی ہے اور اس
 سے کہو کہ کیا تو چاہتا ہے کہ پاکباز بن جائے اور میں تیرے پروردگار کی طرف
 تیزی رہبری کروں کہ تو یسکر ڈرنے لگے ۳ ولا تفسدوا فی الارض بعد ہللا
 وادعوہ خوفا وطمحا پ ۳ زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پیدا کرو اور
 خدا کو خوف و طمع سے پکارو ۱ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ خدا کی
 رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے۔ پ ۳ ۵ وامن خاف مقام
 ربہ ونبھی النقیس عن المہوی فان الجنتہ ہی المادوی پ ۳ جو شخص اپنے
 پروردگار کے سامنے (قیامت کے دن) کھڑے ہونے سے ڈرا اور خواہشات
 واپس ہٹے اپنے نفس کو باز رکھا اسی کا ٹھکانا جنت ہے۔ اصلاح کیر کٹر کے مسئلہ
 میں قرآن کریم کی سیاست محض دینی سیاست نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اسی
 معیار پر پہنچ کر اقوام انسانیت کی ترقی میں کمال حاصل کر سکتی ہیں انسان
 کی مادی زندگی میں خوف خدا کے تعمیری منافع ملاحظہ فرمائیے۔

دلائل پر منکم مشنان قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ہوا قرب للتقویٰ پ ۵ ع۔
 کسی قوم کی عداوت تمہیں نامنصفانہ روش اختیار کرنے پر مجبور کرے انصاف کر دو۔
 جو پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ انسان غلطیوں سے بچنے کی کتنی ہی کوشش
 کرے پھر بھی اس سے خطائیں سرزد ہو ہی جاتی ہیں لیکن خدا کسی حالت میں اسے
 اپنی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا اسکا دامن عفو و توبہ کرنیوالوں کیلئے کھلا رہتا ہے
 ومن یعمل سوءاً او یظلم نفسه ثم یتغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیماً پ ۵ ع۔
 جس نے برائی کی اور اپنی جان پر ظلم کیا پھر خدا اسے اس نے مغفرت چاہی تو خدا
 کو وہ مغفرت کرنیوالا مہربان پائیگا۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم
 لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ هو الغفور الرحیم
 اے میرے وہ بندہ جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کیں خدا کی رحمت سے
 مایوس نہ ہو بالیقین اللہ سارے گناہوں کو معاف فرمادے گا وہ ہی توبہ مانگنے
 والا مہربان ہے۔ ایک کامیاب فرد وہ ہے جو سوسائٹی کیلئے مصلح ہو اور اچھے
 لوگوں کا ساتھ دے۔ قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلواتہم خاشعون والذین
 ہم عن اللغو معرضون پ ۵ ع۔ وہ ایمان والے کامیاب ہیں جو خشوع و خضوع سے
 ناز پڑھتے ہیں اور جو بے کار باتوں سے الگ رہتے ہیں۔ یا ایہا الذین آمنوا
 اتقوا اللہ کونوا مع الصادقین پ ۵ ع۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور
 سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ خود اعتمادی بھی ایک اچھا وصف ہے۔
 لیکن اسے اتنا نہیں بڑھنا چاہئے کہ انسان اپنے ظاہری و باطنی اعمال پر تنقید
 سے غافل ہو جائے۔ فلا تزکوا انفسکم ہوا علم بمن اتقی پ ۵ ع۔ اپنے نفس

کو بہت) پاک نہ سمجھو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے بسا اوقات کسی عمل کرنے والے کی کوشش کو بہت سراہا جاتا ہے لیکن خدا عالم نافی اللہ ہے اسکے دربار میں وہ عمل اکارت ہے جسکا پس منظر تاریک ہو اور دنیا میں بھی محض شہرت پسند اور بد باطن لوگوں کے اعمال کی حقیقت جب کھل جاتی ہے تو انکی رسوائی قابل عبرت ہوتی ہے۔ لہذا خدا کے دربار میں نہ کمبول اور عبادت کی جہامت کو نہیں بلکہ انکے ماوراء انسانی نفس کی پرہیزگاری کو وزن کیا جاتا ہے۔ بنیال اللہ کھو مہا ولادامھا و لکن بینا لا التقویٰ منکم (قرآن کریم) علیہ السلام۔ ان اللہ لا ینظر الی صو کم مالا لی اعمالکم و لکن ینظر الی ما کم (قرآن کریم) نبی کریم علیہ السلام) خدا تعالیٰ تمہارے چہروں اور (ظاہری کاموں) کو (چند اں قابل غور نہیں سمجھتا) نہیں دیکھتا وہ تو تمہاری نیتوں پر نظر رکھتا ہے بصیرت لوگ صرف وجہ امت اور دولت کو انسانی عظمت و بزرگی کا معیار سمجھتے ہیں ایک جاہلی شاعر کہتا ہے۔

الناس من یلق خیراً فاکون له مالیشہی ولا تم المخطئ الجبل
جسے دولت مل جاتی ہے لوگ تو اسی کی ہاں میں ہاں ملا تے ہیں و خوشامد میں لگے رہتے ہیں، اور مفلس کیلئے بڑی مصیبت ہے۔ مگر اسلام نے ان اگر کم عند اللہ اتقا کم۔ خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ وہ معزز ہے جو اس سے زیادہ ڈرتا ہے۔ فرما کہ عزت کا ایک مستقل اور مستحکم معیار مقرر فرمادیا اور بلا امتیاز فقر و دولت اور سیاہ و سفید ہر فرد بشیر کو تقویٰ کے نصب العین پر پہنچانے کیلئے میدان برتلیلیہ میں اتار دیا ہے اور قالقوالہ لعلمکم تقلمون۔

خدا سے ڈر و تاک تم فلاح پاؤ۔ انما المؤمنون اخوة فاصبحوا بین اخیکم پیدۃ
ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اصلاح ذات البین میں سعی و
کھربہ بظاہر فرمادیا کہ ربانی درسگاہ کا تربیت یافتہ انسان سوسائٹی کیلئے محبت
رحمت ہمدردی اور انسانیت کا علمبردار ہوتا ہے۔ غرض یہی وہ وسیلہ ہے
جس سے نفس انسان میں تعمیری تحریک باقی رہ سکتی ہے جس سعی سے
انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر امن اور پاکیزہ گزرے وہ
تعمیری سعی ہے اور جو اسکے برعکس ہو وہ تخریبی ہے۔ خدا کی ہر کتاب کا
مقصد عظیم ہی رہا ہے کہ انسان کو تخریبی سعی سے باز رکھا جائے۔ غرض اصلاح
باطنی اور تعمیر انسانیت کے بنیادی اصول کی ایسی نظیریں تعمیرینِ عصر
کے پاس ملنا محال امر ہے

(مقامِ نفس)

روحانی اور مادی ارتقاء کا مقررہ توازن

ترقی کے معنی میں مادیین اور روحانیین کا اختلاف ہے۔ اسلام کے
سوا دوسرے (زبان کی کتب اور انکے علماء کی تصریحات کا خلاصہ یہ ہے
کہ انسانی ترقی کی معراج کمال آسمانی بادشاہت ہے اور وہ مال و دولت
آل و اولاد سے کنارہ کشی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ مادییت
سے پرہیز کیا جائے اور اپنی جان کو جبکہ تکلیف میں رکھا جائے اتنی

ہی خدا سے قرب حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسانی حوائج فطریہ جس قانون
 کے تحت میں پال ہو رہے ہوں کیا وہ فطرت کے مطابق قانون ہے؟ قرآن کریم
 فطرت انسانی کو بے نقاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ولوانا کتبنا علیکم ان اقتلوا
 انفسکم اداخر جو من دیار کم بافعلوہ الاقلیل منہم۔ اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے
 کہ تم اپنی جانوں کو مار ڈالو اور اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اس پر ان میں
 بہت ہی کم لوگ عمل پیرا ہوتے۔ لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا شیئ خدا کسی
 پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ اسکا ارشاد ہے۔
 ما یرید اللہ لیجعل علیکم فی الدین من حرج وکن یرید لیطہرکم ولینتم نعمتہ علیکم
 خدا اپنے نہیں چاہتا کہ دین میں غم پر تنگی ڈالے لیکن وہ تمہیں پاک کرنا اور تم پر
 اپنی نعمتیں پوری کرنا چاہتا ہے مادیت نے ترقی کا جو مفہوم مقرر کیا ہے اس
 میں نفس سیکھنے کوئی اعلیٰ مقام نہیں ملتا۔ فاریس کرام تمدنی ترقیوں کے
 انداز سے نفس کی نورانی قوتوں کا ارتقاء اور ضمیر کی بقا و احیاء کا نظام
 یہ وہ مسائل ہیں جنکا جواب دانشوران مغرب تلاش کرتے کرتے آخر قرآن کریم
 کا دروازہ کھٹکھٹائیگے۔ خالق فطرت نے نظام کائنات کو ایسی حدود سے
 محفوظ کر دیا ہے کہ مادی اور روحانی بلندیوں پر پہنچنے میں ذرا اغراط و لغرط
 کام لیا جائے تو نتیجہ تخریب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ
 تعمیری اقدام سے قبل ان حدود و ضوابط کو پیش نظر رکھیں جن سے
 تجاوز کر کے انسان کبھی فلاح نہ پاسکا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس طرح روحانیت
 میں غلو انحطاط کا باعث ہوتا ہے اسی طرح مادیت میں اغراط تخریب کا پیش

جیمہ ہوتا ہے۔ ہمیں ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جس سے روحانی اور مادی تقاضا
 کا قدرہ توازن قائم رہ سکے۔ بلاشبہ قرآن کریم ایک ایسا ہی قانون ہے اور وہ ان
 تمام نظریات کو باطل قرار دیتا ہے جو انسان کو ترقی کی طرف لیجاتے ہوئے اسے خلا
 فطرت طریقہ اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اسکا ارشاد ہے۔ رتبا آتسنا فی الدنیا
 حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار پٹ ع۔ اے ہمارے پروردگار
 ہمیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ بھلائی دیجئے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیے
 و لاتنس نصیبک من الدنیا و الحسن کما احسن اللہ الیک پٹ ع۔ تم دنیا سے
 اپنا آخرت کا حصہ نہ بھولو اور جیسا خدا نے تمپر احسان کیا ہے تم بھی لوگوں پر
 احسان کرو۔ قل من حرم زینتہ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق
 قل ہی للذین آمنوا فی الحیوة الدنیا خالصتہ یوم القیامۃ کہ لک فیصل الآیات
 لقوم یعلمون۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جنہیں
 اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس
 شخص نے حرام کیا ہے کہہ دیجئے کہ یہ قیامت کے روز خالص طور پر اور دنیوی
 زندگی میں بھی خاص اہل ایمان ہی کیلئے ہیں ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھا دے
 کیلئے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ یا ایھا الذین آمنوا لاتخرنوا طیبات
 ما اهل اللہ لکم ولا تقعدوا ان اللہ لایحب المعتدین پٹ ع۔ اے ایمان
 والو وہ پاک چیزیں جنہیں خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں
 (اپنے اوپر) حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز
 کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ وکلو مما رزقکم اللہ حلالا طیبا و اتقوا اللہ

الذی انتقم بہ مومن پ گ - جو کچھ خدا نے تمہیں حلال اور پاک رزق دیا ہے
 اسے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ دنیوی لذائذ و
 فلاح کی طرف رغبت کر کے قرآن کریم انسان کے نفس کو ایک بلند حقیقت کی طرف
 پھیر دیتا ہے اور ابدی راحت کے مقام سے اس کا تعلق قائم کر کے نفس کو مادیت
 کی پستیوں میں ملوث ہونے سے بچاتا ہے۔ المال والبنیٰ و الزینۃ الحیوۃ الدنیا
 والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا وخیر املا (کہف) مال و اولاد و سب
 دنیوی زندگی کی رونق ہیں اور جو اعمال خدا کے باقی رہنے والے ہیں وہ اپنے رب کے
 نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔
 زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین والقناطر المتقطرة من الماء
 والفضۃ والخیل المسومة والانعام و الحارث ذلک متلعب الحیوۃ الدنیا واللہ
 عندہ حسن الثواب (آل عمران) لوگوں کے (دل میں) مرغوب چیزیں پسند
 ہیں مثلاً عورتیں، بیٹے، چاندی سونے کے ڈھیر نشان زدہ (ممبر لگے ہوئے)
 گھوڑے اور دوسرے مویشی، کہیتی یاڑی (لیکن) یہ سب دنیاوی زندگی
 کیلئے (چند روزہ) استعمال کی چیزیں ہیں۔ اور انجام کار کی خوبی تو اسے
 ہی کے پاس ہے۔ غور فرمائیے کہ کسی مقام پر بھی قرآن نے یہ نہیں کہا کہ دنیاوی
 جدوجہد سے بے نیاز ہو کر بادیہ نشین ہو جاؤ اور اہل و عیال سے
 کنارہ کشی اختیار کر کے روحانی فیوض حاصل کرنے کیلئے رہبانیت کی زندگی
 اختیار کر لو نہ یہ کہا کہ مادہ پرستی کی تنگنائیوں میں محصور ہو کر زر و زمین
 اپنا منہا و مقصد قرار دیکو اور بادۂ عیش و نشاط میں غمخوار رہتے ہوئے نفس

کے لکھو قی غنصر کو خاک میں ملا دو۔ بلکہ وہ فیصلہ دیا ہے جس کے سامنے ہر عقلمند سر جھکا دے۔ رہنا آتشانی لہبنا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار یسیرا اے ہمارے پروردگار دنیا و آخرت دونوں میں ہمیں بھلائی دیکھے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے۔

نہ تو زمین کیلئے ہے نہ آسمان کیلئے، جہاں تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے اس بیان سے بخوبی واضح ہے کہ قرآن نے انسان کو ظنون و ادھاس سے بچانے ہوئے اسے تفکر کا صحیح طریقہ سکھایا اور مادیت میں گھری ہوئی ہستی کو انسانیت کی بقا کا راز بتایا انسان کی تعمیری جدوجہد میں کیا اس کے سوا کچھ اور بھی ہے کہ وہ ایک کامیاب زندگی گزارے؟ مگر سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ تمدن کے اسیاب اسکی اس آرزو کو پورا کر سکے؟ اور کیا اخلاقی تربیت کے مقررہ ضابطوں اور تہذیب و شائستگی کے اصول نے انسان کو انسانیت کی اصلاح تک پہنچا دیا حضرات اختراع و ایجاد کی کثرت اور آلات و محامل کے ہنگاموں میں حقیقت کی آواز نہیں دے سکی، اسکی کامیابیوں اور ترقیوں کا پس منظر آج بھی تاریک ہے۔ افعیر دین اللہ میخون و زلم من فی السموات والارض طوعا و کرہا و البیہر جعون پے (آل عمران) کیا پھر دین خدا کے سوا کسی دوسرے طریقے کو چاہتے ہیں۔ حالانکہ جتنے آسمان اور زمینوں میں سب خوشی اور بے اختیاری سے خدا ہی کے سامنے سر افکندہ ہیں۔ اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ عمر حاضر میں اقوام کی تمدنی ترقیوں کے آغاز و انجام ہمارے سامنے ہیں۔ انپر سطحی نظر ڈال کر ایک

ساعت اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ دنیا میں کامیاب زندگی کا بہار اور انسان کی ذہنی ترقیوں کی معراج کیا اس سے بڑھ کر بھی ہو سکتی ہے یا نہیں یقین کی صورت اختیار کرنے سے پہلے ہی اوجھل ہو جاتا ہے اور ایک ریشم کے کیڑے اور اسکے گھر کی حکایت آنکھوں میں پھرنے لگتی ہے۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جسم کی توانائی اور روح کی ناتوانی، علم کے شور و پکار میں سینوں کی بے نوری تعمیر کی آغوش میں تخریب کی پرورش حق کے مقبرے پر باطل کے پھر رہے، اینٹ اور پتھر کی فلابوسی اور مادے کی پستیوں میں نفس انسانی کی گم گشتگی۔ کمال سے محرومی کے یہ وہ مظاہر ہیں جو ہمیں کامیاب زندگی کی دیرینہ آرزو کیلئے سرگرم تجسس رکھتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ انسانی حرکات و سکنات ایک مصنوعیت رکھتی ہیں، صورتادہ فانی ہیں لیکن اسکے کردار کی روح کو بقا ہے اسی نقطے سے جب غور کیا جاتا ہے تو انسانی وجود اور اسکے مقاصد حیات میں جان پڑتی ہے ورنہ ترقی اور کمال کے الفاظ مہمل رہ جاتے ہیں اسلام کی نظر میں ضمیر انسانی جو مادے میں گھرا ہوا ہے، ایک شریف مقام کا متلاشی ہے۔ اسکا مزاج دوسرے تمام اعضاء کے مزاج سے مختلف ہے اسکی بھوک اور پیاس کو اس خاکدان میں نہ کبھی میرا ہو سکی نہ ہو سکتی ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ خالق فطرت نے اس میں خیر و شر کے محرکات کے ساتھ ارادہ اور ترک و اختیار کی صلاحیتیں بھی رکھی ہیں اور انسان کے تمام اعمال پر اسکے نفس کی حکمرانی ہے جس سمیت اسکا میلاد

ہوتا ہے انسانی کردار پر اسی جہت کے اثرات اور ویسے ہی مثلاً بڑے مرتبہ ہوتے ہیں
 عرض صمبر کے صلاح و فساد میں انسانی اعمال کی صلاح و فساد مشتمل ہے۔
 الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله
 الا ہی القلب (ارشاد بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں رکھو کہ جسم میں
 ایک ٹکڑا ہے اسکے درست رہنے سے پورا جسم درست رہتا ہے اور اسکے خراب
 ہونے سے تمام جسم خراب ہو جاتا ہے سن رکھو کہ وہ دل ہے وہ فضا کل کی طرف
 جہت در صودہ کر سکتا ہے و ذاکل کو اختیار کر کے اتنا ہی سستی میں گر سکتا ہے نفس
 کی طہارت میں انسانیت کی ترقی اور اسکے کردار کی تعلیم اور مادیت میں اسکا
 حد سے زیادہ الجھاؤ انسانیت کے تنزل کا باعث ہے ذلک انحراف المبین۔
 نفس کی تمام آرزوئیں جب عیش کوشی اور تن پروری میں محدود ہو جاتی ہیں۔
 زندگی کا انتہائی مقصد جب خواہشات کی پرستش رہ جاتا ہے تو نفس کی
 ہر تحریک انسانی اعمال کا رخ حُب ذات کی طرف پھیر دیتی ہے اور جیسا جیسا
 یہ نشہ بڑھتا جاتا ہے اجتماعی نظام، اخوت کے روابط پاکیزہ اخلاق کی ایک ایک
 کڑی ٹوٹتی جاتی ہے اور قوم میں معاشرتی اور اجتماعی سکون و الطینان مفقود
 ہو جاتا ہے، حق تلفی، سنگ دلی، باہمی جنگ، ناجائز تسلط، غارت گری
 مکر و فن، کے انسانیت سوز مناظر سامنے آتے ہیں جو اس استعصار اور جذبہ
 تفوق جب حد سے گزر جاتا ہے تو اسکے ادنیٰ مظاہر یہ ہوتے ہیں کہ انسان
 اپنے متعلقین اور ماتحتوں کو مرعوب و مقہور کر کے انہر زیادتی کو فی کیلئے عجیب
 عجیب بہانے تراشتا ہے۔ اسکا لازمی نتیجہ۔ باسہم بینہم شدید تحسبہم

جمعاً و تلو بھم شتی پ ۲ ع۔ انکی لڑائی انکے آپس میں سخت ہوئی مگر انھیں متحد سمجھتے ہو حالانکہ انکے دلوں میں افتراق ہے۔ اور اس جذبہ کا انتہائی انجام ظہر الفساد فی البر و البحر کا کسبت ایدی الناس پ ۳ ع۔ انسانوں کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کا نتیجہ ہے کہ خشکی اور تری میں فتنہ و فساد برپا ہے۔ یہ صورت اختیار کرتا ہے، اور صفر طرقت کا تعمیری پروگرام کسی طوفان سے شروع ہو کر کائنات میں سرگرم عمل ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو کلام ربانی میں ملاحظہ فرمائیے۔

پس ۴ ان فرعون علانی الارض و جعل اہلہا شیعیاً یتضعف طاغوتہم ینج انباکھم و یتجی نساکھم ان کان بن المعتدین و زید ان من علی الذین استغفوا فی الارض و نجعلہم ائمتہ و نجعلہم الوارثین و نمکن فہم فی الارض و نری فرعون و حملن و جنودہما نہم ما کانوا یحذرون (قصص) فرعون سرزمین مصر میں بہت بڑے چڑھ گیا تھا اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کرکے تھا، ان میں سے ایک جماعت (بنی اسرائیل) کا زور گھٹا دیا تھا، انکے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا واقعی (فرعون) بڑا غصہ تھا وہ تو اس خیال میں تھا (اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زور گھٹا یا جا رہا تھا ہم ان پر (دنیوی اور دینی احسان کریں ان کو (دین میں) پیشوا بنائیں اور (دنیا میں) ملک کا مالک بنائیں اور زمین میں انھیں حکومت دیں۔ اور فرعون و ہامان اور انکے تابعین کو ان (بنی اسرائیل کی طرف سے) وہ ناگوار واقعات دکھائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔ اسی تاریخی قصے میں ہے۔ پ ۱۹ ع و اذ نادى ربک

موسیٰ ان است القوم الظالمین قوم فرعون الاتیقون (شعراء) (المعتمد
 صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کیجئے جب آپ کے رب نے موسیٰ (علیہ السلام) کو پکارا
 کہ ان ظالم لوگوں یعنی فرعونوں کے پاس جاؤ کیا یہ لوگ ہمارے غضب سے
 نہیں ڈرنے۔ فرعون اپنی پروردگاری کے جھوٹے دعوے پر حضرت موسیٰ کی پکاری
 ضرب نہیں برداشت کر سکا اور احسانِ خدا کو حق کو مغلوب کرنا چاہا کہ اسے موسیٰ
 تم نے تو ہمارے ہی گھر میں پرورش پائی تھی لسانِ نبوت نے جواب دیا۔ وقلک
 نعمۃ تمنہا علی ان عبدت نبی اسرائیل۔ قرآن کریم تاریخ اقوام کے عروج و زوال
 کے اسباب بیان کر کے اور کبھی انبیاء کے ذریعہ نصیحت کرتے ہوئے ہمیں بتاتا
 ہے کہ مادیت میں حد سے زیادہ نہ آلودہ ہو جاؤ کہ تمہارے دل سخت ہو جائیں
 اور اپنے نفع کے آگے دوسروں کی تکلیف کا احساس نہ رہے دنیا میں اپنے صد ہزار
 اسبابِ راحت کے فنا ہو جانے والی ہے اور تمہارے نفس کا حقیقی مقام کوئی
 اور ہے جسے فنا نہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام فرماتے ہیں پلّغ و یا قوم اوفوا لکم
 والمیزان بالقسط ولا تجسوا الناس اشیاء ہم ولا تعثوا فی الارض مفسدین
 بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین و ما انا علیکم بحفیظ و دوسری جگہ ارشاد ہے
 پلّغ۔ ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغی علیہم و آتیناہ من الکنوز ان
 مفتاحہم لتنوء بالعصبة اولی القوۃ اذ قال لہ قومہ لا تفرح ان اللہ لایحب الفرح
 حسین و اتبع فبما تاک اللہ الدار الآخرة ولا تنس نصیبک من الدنیا و حسن
 کما احسن اللہ البیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لایحب المفسدین
 قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی برادری میں سے تھا وہ اکثر مال کی وجہ سے، ان

لوگوں کے مقابلے میں تکبر کرنے لگا اسکے مال کی کثرت کا انداز اس سے ہو سکتا ہے، یہ بھی کہ ہم نے اسکو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ جنگلی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیا کرتی تھیں جب اسکو اسکی برادری نے (سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو اپنے اس مال و شہمت پر اترا مت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والا ہے (کو پسند نہیں فرماتے اور یہ (بھی کہا) کہ جو تجھ کو اللہ نے دیلے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کر دنیا سے اپنا آخرت کا حصہ لیجا نا نہ بھول جا اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیلئے تو بھی لوگوں کے ساتھ احسان کیا کر اور دنیا میں فساد پھیلانے کے درپے نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا سورہ حدید میں چند روزہ عیش کے دیوالوں کی تمثیل دیتے ہوئے ایک ایسی ہی حیات اور اسکی اہمیت سے نہایت موثر پیرائے میں آگاہ کیا گیا ہے ۔

اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولھو وزینۃ و تفاتروا بینکم و تکاثرفی لاموال والاولاد کمثل غیث عجیب الکفار بنا نہ ثم ھج قترہ مصفراً ثم یكون حطاماً و فی الآخرة عذاب شدید و مغفرة من اللہ و رضواناً لایا الحیوة الدنیا لامتناع الغرور

خوب جان لو (اچھی طرح سمجھ لو) کہ (آخرت کے مقابلے میں) دنیوی زندگی محض کھیل کود اور ایک (ظاہری) زینت ہے اور آپس میں فخر و بڑائی اور مال و اولاد میں زیادتی کا مقابلہ ہے جیسے مینہ برستا ہے اور اسکی پیداوار کا شکار و کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو کر تمہیں زرد دکھائی دیتی ہے پھر چور چورا ہو جاتی ہے اور آخرت کی (کیفیت یہ ہے) کہ اس میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی اور دنیاوی زندگی محض دھوکے کا سبب ہے

انسان اجتماع سے عدم تعاون کی کتنی ہی کوشش کرے لیکن نفس کی تخریبی تحریک کے خلاف عمل کرنے پر مجبور ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بسا اوقات جب انسان قانون اور آداب تہذیب سے آزادی محسوس کرتا ہے اسوقت اسکے ضمیر میں کوئی تعمیری تحریک نہیں پیدا ہوتی اور حلیہ منفعت جب ذات حرص اُسے ایسا جنس کے حقوق سے غافل رکھتی ہیں۔ ان اسباب کی بنیاد پر بھی اسلام نے ایسا جذبہ کی افزائش پر زور دیا ہے۔ وہ عیش جو ضمیر کی تعمیری تحریکات کو فنا کر کے اُسے تخریبی خواہشات کا سرچشمہ بنا دے یقیناً وہ عیش دھوکا اور دہانگی کا خزانہ ہے اس کے برعکس وہ عیش زینت ہے جو ایک طرف ابدی طلب ہو اور دوسری طرف اعلیٰ گیر کٹر اور دنیا میں تعمیری ترقی کا مظہر ہو۔ اسلام ایسی زندگی کو حیات جاوید کا مژدہ سناتا ہے۔

(درس خودداری)

اسلامی تعلیمات دنیا میں درس خودداری کا پہلا سرچشمہ ہیں نفس انسانی میں صرف ایک وجود کی عظمت و کبریائی کا اقرار اور اس کے سامنے اپنی بندگی کا اعتراف اپنے مبداء و معاد کا پختہ یقین عزت نفس کے باب میں نقوش اولین ہیں اعتقاد کے یہ نقوش جس قدر گہرے ہوں گے اسی قدر انسان کے باطنی عوامل للہیت کے تابع ہوں گے اور اسکے اخلاق و کردار میں تعمیر انسانیت کا راز مل سکے گا۔

غور فرمائیے کہ مخلوقیت اور عبدیت کے لحاظ سے جب وہ ایک حقیقت لازوال کے ساتھ اپنی وابستگی محسوس کر لیا تو اپنے وجود کو کتنا اہم اور مقصد وجود کو کس قدر ذمہ دارانہ

یقین کر لیا۔

کھول کے کیا بیان کروں سرتقام مرگ عشق۔ عشق ہے مرگ با شرف مرگ حیات تہ ثمر
ایک انسان جب لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہو کر سبک
اور اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔ سب سے بے نیازی نفس انسانی کیلئے ہزار
سکون و راحت اور خدا کے سامنے نیاز مندی اسکے وجدان کیلئے ہزار شرف و عزت
اور سرمایہ رشد و ہدایت ہے۔

یہ بندگی خدائی وہ بندگی گدائی۔ یا بندہ خدا بن یا سپردہ زمانہ
ناچختہ عقل لوگوں کے نزدیک سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہیں آئین و ضوابط
سے آزاد کر دیا جائے۔ مگر اس جاہلی خواہش کے مادرِ عقل و کا فیصلہ رہا ہے
کہ انسانیت پر احسان عظیم یہ ہے کہ اسکی تخریبی خواہشات کو پامال کر کے کیلئے
تعمیری ضوابط مقرر کئے جائیں۔ آغاز کلمہ ہدایت کا حرف ثانی ”محمد رسول اللہ“
ادا کر کے پیغمبر حق کا اقرار کر لیا ہے اور ساتھ ہی ہدایت ربانی کا معتقد بھی رہتا ہے
گویا اس نے کوئی دستور اختیار کرنے سے پہلے ہی ہر راہ رسم اور ہر دستور کے
اہمیت سے انکار کر کے ایک ہی معبود اور اُسکے فرستادہ رہبر کی حقانیت پر اقرار
کیا اور اس بلاغت خیز ایمان میں اس دستور پر آمادگی عمل کا اظہار بھی ہو گیا
جو اس ممتاز وجود انسان کیلئے زیبا اور خوشتر ہے۔ زندگی کے ہر لمحہ میں جبکہ
نفس ہدایت ربانی سے عکس پذیر ہو چکی چشم بصیرت حق و باطل میں تمیز کر سکے
اور اخلاق و کردار محض تعمیری ہوں وہی مومن ہے وہی صاحب بصیرت اور
وہی خودار ہے۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ شیطنیت فرعونیت اور قارونیت کی حقیقت

سے نا آگاہی اور بصیرت کی کوتاہی معافی کو کہہ کر کہہ کر دیا کرتی ہے شیطان کے انکار و تکبر کو خوداری کا نام دیتی ہے اور فرعون کی سطوت و جبروت کو عزت و بزرگی کا مقام سمجھتی ہے۔ قارون کی تجزیب و افساد کو سرمایہ داری کا امتیاز دیتی ہے اور ابوجہل کی خود فردشی کو آزاد نفسی کا نتیجہ سمجھتی ہے۔ حالانکہ نہ وہ خوداری و عزت و بزرگی ہے اور نہ یہ آزاد نفسی ہے۔ حقیقت امر وہی ہے جو قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ خود فردشی اور نا آگاہی کے مظاہر ہیں۔ قرآن کے نزدیک اپنے وجود کی ہیبت سمجھنے کے بعد انسان کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے قوائے جسمانی کی حقیقت پہچانے اور اپنا بلند مقصد حیات پیش نظر رکھتے ہوئے ہر استعداد عمل کو معقول اور مفید مقام پر باضابطہ کام میں لائے۔ افسوس کہ انما خلقناکم عبداً و انکم الینا لا ترجعون شیخ ۵۔ ترجمہ۔ ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو جو نہیں مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور (یہ خیال کیا تھا) کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔ ائمہ مجملہ عینین و لسانا و شفقتین و بدیناہ النجدین پٹ ۷۔ کیا ہم نے (انسان کو) اسکو دو آنکھیں، زبان اور دھونٹ نہیں دیئے؟ اور کیا ہم نے اسکو دونوں ماہیں نہیں بتا دیں؟۔ ان السمع والبصر والفؤاد کلّ اولئک کان عنہ سؤلّا ۷۔ کیونکہ کان انکھ، دل بان سب کی ہر شخص سے (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔ وهو الذی انشاء لکم السمع والابصار والافتقار لئلا تشکروا ۷۔ اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ مقام خودی سے نا آگاہی کا ایک منظر یہ بھی ہے کہ انسان

فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے اور فحش فعال کا ارتکاب کرے قرآن کریم ان تکلیف
 ہیما نہ اطوار سے نفرت دلاتا ہے۔ قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما البین
 بینہا۔ کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میرے پروردگار نے
 ظاہر اور پوشیدہ ہر قسم کی بھیمانی کو حرام کر دیا ہے۔ ولا تقر بوا الزنی انہ کان
 فاحشۃ و سار سبیلہا۔ اور زنا کے پاس بھی نہ چھٹکو بلاشبہ وہ
 بڑی بھیمانی کی بات ہے اور بری راہ اعلیٰ کیر کٹر کی تعلیم دیتے ہوئے
 ارشاد ہوتا ہے۔ ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان وابتداء ذی القربی
 وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذكرون۔ ع ۱۲
 بے شک اللہ تعالیٰ۔ اعتدال اور احسان۔ اور اہل قرابت کو دینے کا
 حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں
 اللہ تعالیٰ تم کو اسے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت کو قبول کرو۔
 قرآن کریم کا یہ معجزانہ طرز بیان دعوت فکر و نظر دیتا ہے کہ ایک ہی سطر
 میں کامیاب اور ناکامیاب زندگی کا راز کہہ دیا اور مقطع آیت میں موضوع
 کی اہمیت کو اور دو بالا کر دیا ہے۔ قول و فعل کیلئے دو ہی راہیں نمایاں
 ہیں۔ حق اور باطل، چشم بصیرت کیلئے حق و باطل ہمیشہ واضح رہے
 ہیں مگر موت سے پہلے نفس انسانی کی موت یہ ہے کہ وہ مقام انسانیت
 سے گر کر خود کو ظلم و تکبر اور افساد و معصیت سے آلودہ کرے قرآن کریم اسے
 نفس پر ظلم اور اسراف و خسران سعی سے تعبیر کرتا ہے۔ وما ظلمناہم
 ولكن كانوا انفسہم یظلمون۔ ع ۱۲۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ

خود اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔ الذین تتوفهم المملکۃ ظالمی انفسہم پکڑے ۳
 فرشتوں نے جنگی جانیں (نفس پر زیادتی) کفر کی حالت میں قبض کی تھیں
 ۱۵ میں تیر حدود اللہ نقد ظلم نفسہ۔ قد افلح من زکبا و قد خاب من دسہا پکڑے
 اللہ کی (مقرر کردہ) حدود سے جس نے تجاوز کیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا جس
 نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ کامیاب ہوا اور جس نے (گناہ و زیادتی کر کے)
 اسے پامال کیا وہ ناکام ہوا۔ بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے کہ خود فروش آدمی حق
 اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں پھر بھی اپنی نفس پر ظلم کرتے ہیں اور مقام نفس سے
 تا آگاہ نہ ہتے ہوئے حق کہتے حق مانتے۔ حق دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اور اکثر
 انجان بجاتے ہیں قرآن کریم ایسے نفس پرست اور بد باطن لوگوں کو تنبیہ
 فرماتا ہے۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتُموا الحق و انتم تعلمون پکڑے ۴
 اور حق کو باطل میں نہ ملاؤ نہ یہ کرو کہ حق کو جانتے ہوئے اسے چھپاؤ۔ قرآن
 انسان کو کارگاہ ہستی کے بے شمار شعبہ ہائے عمل میں چھوڑتے ہوئے صرف ایک
 نصیحت کرتا ہے وہ یہ کہ تمہارا مقصد اصلاح ہو افساد نہ ہو تعمیر انسانیت ہو تخریب
 نہ ہو۔ تمہاری روش غفور و درگزر ہو یا انتقام ظلم ہر کیف تمہارا مطنع نظر حق
 و الصفات کی حفاظت اور کیش صفائی اخلاق و کردار ہونا چاہیئے۔ ان تکونوا
 صابحین فانہ کان للماذابین غفورا پکڑے ۵۔ اگر تم صالح ہو گے تو بلاشبہ اللہ
 تعالیٰ (اپنی طرف) رجوع کرنے والوں کو معاف فرماتے ہیں جذبہ ایمانی کی
 حقیقت اسوقت آشکار ہوتی ہے جب ایک شخص اپنے دشمن کے سامنے حاکم
 بن کر کھڑا ہو۔ قانون اسلام اسوقت بھی کمال انسانیت کا درس دیتے ہوئے

ارشاد فرماتا ہے ”ولا یحزبنکم شتان قوم علی ان لا تلحدوا اعداؤا ہوا اقرب
 للفقویٰ پ ۲۷۔ اور لوگوں کی عداوت تمہارے اس حرم کے ارتکاب کی
 باعث نہ ہو کہ تم (معاملات میں) الفضا ف نہ کرو (نہیں ہر حال میں) تم الفضا
 کرو کہ الفضا پر ہمیز گاری سے قریب تر ہے۔ اسی مقصد حیات کی راہ میں جب
 مومن جہاد نفس سے آگے بڑھ کر جہاد عمل کیلئے مدافعا نہ نکل بکھڑا ہوتا ہے اور مختلف
 آزمائشوں کا سامنا کرتا ہے تو یہ ارشاد فرما کر ایک یا رہبر اسے آہنی عزم کے
 ساتھ تکمیل مقصد میں مصروف کر دیا جاتا ہے۔ ان تکونوا تاملون فانہم یا لمون
 کما تاملون وترجون من اللہ بالایرجون۔ پ ۱۱۔ اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ
 (مخالف) بھی الم رسیدہ ہیں اور تم تو اللہ تعالیٰ سے وہ وہ امیدیں رکھتے ہو جو وہ
 نہیں رکھتے۔ اور یہ کہ قانون ربانی ہمیشہ سے یہ ہی جاری ہے کہ حق ظاہر ہو اور باطل
 دب جائے اب جو چاہے حق کا نائیدہ بکریات جاوداں حاصل کرے اور جو چاہے
 باطل کی پشت دینا بکری ہمیشہ کیلئے نسیا نسیا ہو جائے۔ ”وما خلقنا السماء والارض
 وما بینہما الا عبین لواردنا ان نتخذ لہوا لاتخذناہ من لدنا انا کنا فاعلین بل
 نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذہوزا ہنق پ ۱۷۔ ترجمہ ہم نے زمین و
 آسمان اور جو کچھ بھی انہیں ہے (یہ کوئی) کھیل کرتے ہوئے نہیں بنایا ہے اگر
 ہم ایسا ہی کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے (منع ہی کون کر سکتا تھا) بلکہ (ہم نے)
 تو اس قانون کے ساتھ یہ سب کچھ بنایا ہے (ہم حق کو باطل پر بھینک دیتے ہیں
 تو وہ باطل کو) اسکو مغلوب کر لیتا ہے پھر دفتہ (باطل) جاتا رہتا ہے
 اور یہ فرما کر مومن کو اس کے حقیقی مقام سے روشناس کر دیا ساتھ ہی مصلحین کی

حکایت ایمانی بیان کر کے غافل اور ناحق شناس لوگوں کی نابصری اور ناکامی کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ ”ان کان فریق من عبادی یقولون ربنا انا فاعقر لنا وارجعنا وامنست خیر الراحمین“ فاتخذہم سخریاحتی النور کم ذکر ی وکنتم تنہم تفحکون“ انی جزیتہم الیوم باصبر و انہم حم الفانزدن۔ پ ۵ ترجمہ۔ میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو ہم سے عرض کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے ہیں آپ ہماری بخشش فرمادیجئے اور ہم پر رحمت نازل فرمائیے آپ سب رحم کرئیو! سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں تو تم نے انکا مذاق اڑایا یہاں تک کہ انکا مذاق اڑانے لے ہماری یاد سے بھی (تمکو) غافل کر دیا اور تم ان سے منہسی کیا کرتے تھے آج میں نے انکے صبر کا انگو بیہ بدلہ دیا ہے کہ وہی کامیاب ہوئے۔ حق پر ضرب ہونے کے نفس پر ضرب ہے۔ کیونکہ مومن خود سے زیادہ حق کو چاہتا ہے یا یوں کہئے کہ خود کو حق کی حفاظت ہی کیلئے وقت سمجھتا ہے اسی لئے تو اسکے مبداء و معاد میں ہاول و آخرت ہے۔ قل ان صلواتی و تسکلی و عیالی و مماتی للرب العالمین پیش کہدیجئے کہ میری نماز، قربانی، میری موت و زندگی سب اللہ ہی کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ یا ظل یعنی کفر و شرک سے بیکر تمام اخلاقی عیوب جب تک سر نہ اٹھائیں اسوقت تک خود داری کے اخلاق محض رحمت اور ظل عافیت ہیں اور اسکا سلوک ہر وجود سے اسکے حق و مرتبہ کے موافق کرنا نہ ہے کیونکہ ہدایت ربانی دینی اور آخر دی دونوں پہلوؤں کو ہر ساعت پیش نظر رکھتی ہے۔ ”وقتی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدہما وکلا ہما فلا تغفل لہا انت ولا تنہرہما وقل لہما قولا کریماً“ و غفل لہما

جناب الذل من الرحمة۔ وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا۔ پندرہ سال تک میرے پروردگار نے
 یہ حکم کر دیا ہے کہ بجز اسکے اور کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا
 سلوک کیا کرو اگر تمہارا سے پاس ان میں سے ایک یا دہ دونوں بڑھ چکے کو پہنچ جائیں
 تو انکو کبھی ہاں سے ہوں بھی نہ کرنا نہ کبھی انہیں جھڑکنا اور ان سے بڑے ادب سے
 بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت اور انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا
 کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما دے جیسا کہ انہوں نے
 مجھے سچ میں پالا پرورش کیا ہے۔ وخفض لہما جناب الذل یہ جملہ تفکر کا
 مقام ہے کہ ”ان لا تعبدوا الا اياه“ میں نری بے نیازی اور خود داری کی تعلیم دے
 یہاں تذلل اور تواضع کو دلوں کا فرض بتایا۔ آپ اس اخلاقی لچک کو تعلیمات
 اسلامی میں ہر مقام پر دیکھیں گے۔ و ان جاہداک علی ان تشرک بہ بالینک
 بعلم فلا تطعہا۔ اور اگر والدین تجھ پر اس بات کا زور دے الین کہ تو میرے
 ساتھ ایسی چیز کو شریک نہ کر جسکی تیرے پاس نہ کسی کے پاس دلیل نہیں ہے
 تو تو انکا کہنا نہ ماننا۔

بصیرت ایمانی

اخلاقی و عمل کی لٹھیت سے محرومی کا انجام بصیری ہے نا بصیر انسان کو وہی
 دکھائی دیتا ہے جسے ہوا دھوس چاہتی ہے اور وہ وہی سننے کیلئے تیار ہوتا ہے
 جسے اسکے نا اشنا ہے حق کا نہ سنا جاتے ہیں، تم سمجھتے ہو کہ وہ حق کی پکار
 سن رہا ہے لیکن ایسا نہیں ہے، اور سمجھتے ہو کہ وہ حق پہچان رہا ہے مگر کہاں آیا
 قرآن کریم انسان کی اس عبرت ناک حالت کو اپنے مخصوص اور بلاغت خیز سلا

میں بیان فرماتا ہے۔ فاعمالا تعالیٰ الابصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور
 پلے ۱۲ بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی کچھ) انکھیں اندھی نہیں ہو
 جاتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔ نیت و عمل
 کی زیبائی للہیت کی تشہ ہے اور صفائیت اور حسن عمل پر انسانی اخلاق و کردار
 کی پاکیزگی منحصر ہے۔ تمام دنیا سے بے نیاز ہو کر حجب نفس مومن للہیت کا جوہر بالیتا
 تو اسے ایک ایسی بصیرت عطا ہوتی ہے جو آفتاب ہدایت کا کام دیتی ہے مومن
 کی نظر دقیقہ رس اور دور بین ہوتی ہے حق اور باطل آئینہ کی طرح اس کے سامنے
 ہوتے ہیں۔ یا ایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یحیل لکم فرقا ناپسندیدہ
 اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تمہیں حق و باطل میں
 امتیاز کی قوت عطا فرمائے گا۔ ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ
 عالمین الی قولہ تعالیٰ۔ اانت فعلت ذالباہتنا یا ابراہیم قال بل فعلہ
 کبیرہم ذالفا سئلوہم ان کاوا ینطقون ہ فرجوا الی انفسہم فقا لوا
 انکم انتم الظلمون۔ ثم نکسوا علی رؤسہم لحد علمت ماہو لاینبطقون قال
 افتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم شیئا ولا ینضرکم ان لکم ولما تعبدون
 من دون اللہ افلا تعقلون۔ سورہ انبیاء۔ اور ہم نے (اس زمانہ موسوی)
 سے پہلے ابراہیم کو انکی شان کے مناسب) خوش فہمی عطا کی تھی اور ہم
 انکو خوب جاننے سے انہوں نے کہا کہ کیا تم نے ہمارے بتوں کے
 ساتھ یہ کیا ہے ؟ ابراہیم نے فرمایا انہیں بلکہ اس بڑے (گرو) نے کیا
 تو انہیں سے پوچھو نا اگر یہ یوتے ہوں اسپر وہ لوگ اپنے جی میں سوچنے

پھر آپس میں کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو (کہ جو ایسا عاجز و ہودھنچکا
موجود ہوگا) پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سردوں کو جھکایا (اور یہ بولے کہ آ ابراہیم
تم کو تو یہ معلوم ہی ہے کہ یہ بت کچھ بولتے نہیں۔ ابراہیم نے فرمایا تو کیا خدا کو چھوڑ کر
ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے نہ نقصان لے سکے۔ تم پر کہ
(باوجود حق ظاہر ہو جانے کے باطل پر اڑے ہوئے ہو) اور ان پر جنکو تم خدا کے سوا
پوجتے ہو کیا تم کو (اتنی بھی) عقل نہیں ہے۔

آپ نے اس مقام پر دو منظر ملاحظہ فرمائے ہیں۔ ایک طرف جذبہ لہیت کی آوردہ
بصیرت نیت کی سچائی اور حجت ساطعہ ہے اور دوسری طرف خود فردوسی اور خود
فراوشی اور سرمایہ عقل کی پامالی کا عبرت ناک منظر ہے۔ قارئین کرام جذبہ خودداری
کے اخلاقی و عملی نقوش سے آج بنی آدم کے سینے بے نور ہیں۔ آلا من رحمہ ربی

”جذبہ لہیت“

استقلال۔ سستی پیہم

اسلام انسان میں لہیت کا جذبہ پیدا کر کے اسکا اپنی ذات اور سوسائٹی
سے ایسا تعلق قائم کرتا ہے جیسے حق اور انصاف چاہتا ہے اس کے نظریے میں نفسانی
حمیت انسان کو باہمی کشمکش کے عذاب میں مبتلا رکھتی ہے اور لہیت کا جذبہ
اسے اپنی اور سبکی بھلائی کیلئے آگے بڑھتا ہے دنیا کے مختلف گوشوں سے جو نفس
للذات رکھی آوازیں اٹھتی رہی ہیں کیا انکا انجام ہمیشہ تخریب نہیں ہوا۔
لہذا انسانی وطنی کشاکش کا سد باب کیونکر ہو سکتا ہے؟ ہوس استعمار کی

ہا بھی میں خدا کی مخلوق کو انسانی مظالم سے کیونکر نجات دلائی جاسکتی ہے ؟
 اور فردو جماعت کے مشاعر کو تعمیر انسانیت اور اس راہ میں سعی پیہم کی طرف توجہ دیکھ کر پھر اجاسکتے
 ہم نہیں جانتے کہ دوسرے اسکا کیا جواب دینگے۔ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ فردو جماعت
 کے نفوس اور انکے کردار میں للہیت پیدا کر دو جذبہ حمیت ” در حقیقت للہیت
 کا ظرف ہے جنباک انسان اپنے جذبہ اور کردار کو بیکر اپنے حقیقی مقام سے دابٹکی نہیں
 پیدا کرے گا اسوقت تک اسکی روح کو آزادی اور اسکے کردار کو پائداری نہیں نصیب
 ہو سکتی۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں انسانی جدوجہد کا حاصل ایک تعمیری مقصد کی
 طرف سعی پیہم ہی ہے یا اور کچھ ؟ مگر آپ اسکی کتاب عمل کا ایک ایک درق الٹ کر دیکھ
 جائیے کہ جہاں کہیں بھی ”میں“ اور ”تو“ کی کشمکش میں وہ اچھ جاتا ہے تو ادنیٰ اسی
 مایوسی یا ناکامی سے اسکے عزائم سرد پڑ جاتے ہیں۔ کوئی بڑا مقصد اپنے اپنے جانے والے
 سے ہمیشہ استقلال ثابت قدمی اور سعی پیہم کی سفارش کرتا رہا ہے پھر کتنی شخصیتوں
 نے اسے قبول کیا اور کامیاب ہو گئیں اور کتنوں نے مشکلات سے خائف ہو کر اپنی موت
 عمل کو دوسری جانب پھیر دیا، ایسے لوگ بھی ہمیشہ دنیا میں رہے ہیں جنہوں نے
 خدا کی زمین کو اپنی سعی فانی کا اکھاڑا بنا یا اور مرتے دم تک اپنے عزم تخریب پر ثابت
 قدم رہے، اور ایسے بھی جنہیں حق کی طرف داری میں مشکلات کا سامنا ہوا تو کسی جانب
 زرد جو اہر دیکھ کر اٹھنے کی دشمنی پر آمادہ ہو گئے۔ دنیا کی عظیم الشان شخصیتوں
 یعنی انبیاء کرام کی زندگی میں اچھو تصویر کے دونوں رخ نمایاں نظر آئینگے ایک
 طرف للہیت کی طرف دعوت ہے اور لوگوں کو سعی تعمیری کی طرف بلایا جا رہا ہے
 اور ہدایت و اصلاح کے اس راستے میں دشمنان حق کی ریشہ دوانی سے عزم

و استقلال میں فرق نہیں آنے پاتا دوسری طرف منکرین حق کی سرکشی اور تحریک
 و فساد پر اصرار اور منافقوں کی تن آسانی بد عہدی اور بد اخلاقی کے سیکڑوں واقعات
 ہیں جو علمبرداران حق کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کیلئے کافی تھے۔
 حضرت نوح علیہ السلام کا یہ ارشاد ایک سنگدل اور باطل پر ثابت قدم اُمنہ
 کا مرقع اور ایک علمبردار حق کی سعی سیم کی حکایت ہے۔ رب انی دعوت قومی لیلنا و ہارا
 فلم یزدنہم و عافی المافرار و انی کلما دعوتہم لتخفر لہم جعلوا اصابعہم فی اذانہم و استعشوا
 شیاء یبہم و اعصروا و استکبروا استکبارا ثم انی دعوتہم جبارا ثم انی اعلنت لہم و
 امیرت لہم اسرار افعلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا الخ۔ (زلزلہ علیہ السلام)
 نے، اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات اور دن دین
 حق کی طرف بلایا اور وہ میرے بلانے پر (دین حق سے) بھاگتے ہی رہے ہیں۔
 جب کبھی انکو دین کی طرف بلایا تاکہ آپ انہیں بخش دیں تو انہوں نے اپنے کانوں
 میں انگلیاں دلیں تاکہ حق بات سنیں ہی نہیں اور زیادتی کر انہیں کے سبب سے
 اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لئے نہ ملنے پر، اصرار کیا میری اطاعت سے نکر کر کچھ
 بھی میں نے ان کو باوازمندہ بلایا اور پھر علانیہ اور خفیہ ہر طریقے سے پہنچایا اور کہا کہ
 تم اپنے رب سے اپنے گناہ بخشو اور بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ ان کے رو گئے
 منافقین تو اسلام کے تعمیری مقصد کی اہمیت وہ کیسے سمجھ سکتے ہیں جن نے زندگی کا
 سب سے بڑا مقصد کھانا پڑنے رہنا اور فرجانا سمجھ لیا ہو نفس پرستی عیش کوشتی
 اور بد اخلاقی کسی قوم کے عروج کا آخری زمانہ اور اسکے زوال کا ابتدائی دور ہوا کرتا
 ایک بلند مقصد کی راہ میں ایسے لوگ جانی اور مالی قربانی تو کیا میدان عمل میں معمولی

تکلیفوں کی بھی تاب نہیں لاتے۔ ذہنی اور اخلاقی پستی ان کے قلب و نظر کو تقریباً
مغلل کر دیا کرتی ہے۔ ان خطاط کے اس درجہ پر پہنچ کر انکی عقل بے نور اور فکر و نظر خام
رہ جاتی ہے۔ اور باہستثناء چند قوم میں بے ہمت بزدل۔ بدعہد۔ لالچی۔ منفسہ اور
کمزور ارادہ لوگوں کی کثرت ہوتی ہے۔ تذبذب اور شک و شبہ انسان کی جبرانی
اور پرآگندہ خیالی کی کھلی ہوئی علامت ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں کسی اعلیٰ مقصد پر
ثابت قدم نہیں رہ سکے ہیں۔ قرآن کریم ان تمام عیوب کو نفاق سے تعبیر کرتا ہے
منافقون نے انبیاء علیہم السلام کو سخت اذیتیں پہنچائی ہیں اور ان کے فرائض
اصلاح و تعمیری میں رکاوٹ ڈالنے کیلئے ہزاروں نامکام کوششیں کیں۔ وَاذِ الْقَوَّامِ
الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا اِذَا دُخِلْنَا فِي سُلُوكِ سَبِيلٍ فَلَا اِثْمَ لَنَا وَلَا حَسَمَ لَنَا
فَلَا نَحْمِلُ فِي سُلُوكِ سَبِيلٍ غَنَیْ مُتَحَدِّثٍ یُّسْخَرُ مِنْهُ وَهُوَ لَا یَعْلَمُ
اور جب اپنے شیاطین میں اکیلے بیٹھتے تو ان سے کہتے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں
انے تو ہم نہ اق کرتے ہیں۔ وَاذِ الْقَوَّامِ لَعَنَ الْفٰسِقِ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ مٰلًا وَّلَا نَحْسًا
وَلَا اَنْفُسًا لِّیْمٰنٍ مِّنْ الْفٰسِقِ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُ لَعَنَ الْفٰسِقِ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُ لَعَنَ الْفٰسِقِ
یہ فائدہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ درحقیقت ہم ہی اصلاح کرنے والے ہیں سن
رکھو کہ وہی فساد برپا کرنے والے ہیں مگر انہیں احساس نہیں ہوتا۔ وَاذِ الْقَوَّامِ
مَنْ یُعِیْبُکَ تَوَلَّیْ فِی الْحَیْوَۃِ الدُّنْیَا وَشَہِدَ اللّٰہُ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ وَہُوَ الدَّٰخِیُّ
وَاذِ الْقَوَّامِ مَعٰی فِی الْاَرْضِ لَیْفَسِدَ فِیْہَا وَیَحْلِلَکَ الْخَرٰثُ وَالنَّسْلُ وَاللّٰہُ لَا یَحِبُّ الْفٰسِقَ
(سیدقول قبل از نصبت) بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ دنیوی امور میں اسکی گفتگو
آپکو پسند نہ معلوم ہوگی اور وہ اپنے مافی الضمیر کی سچائی پر تمہیں خدا کو گواہ کر کے

یقین دلائے گا حالانکہ وہ آپ کا سخت مخالف ہے۔ اور جب پھر تاسے تو زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اور کہتی و مولشی کو بر باد کرتا ہے۔
 الذین قالوا لاخوانهم وقعدوا لواطعوناً ما قتلوا قتل فادروا عن انفسکم الموت ان کتم صوابتین۔ پھر ع۔ ترجمہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے بھائیوں کی نسبت جیسے ہوتے باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کئے جاتے آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ۔ ومنکم من عاهد اللہ لان اتا من فضلہ فصدقن ولکن من الناصحین۔ فلما اتا ہم من فضلہ سخلوا بہ ولو لو اؤہم معرضون فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ نا وعدہ دہا کا نوا یکذبون پلے ۱۵۔ اور ان منافقین میں بھی آدمی ایسے ہیں کہ خدا کا سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے بہت سامان دیدے تو ہم اسکے ذریعے سے بہت سے نیک کام کریں گے تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں بہت سامان دیدیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور لئے اطاعت سے روگردانی کرنے لگے اور وہ تور و گرائی کے (پیلے ہی سے) عادی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انکی سزا میں انکے دلوں میں نفاق ڈال دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہیگا اسلئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے وعدے میں خلافت کیا اور اس سبب سے کہ وہ اس وعدے میں شروع ہی سے جھوٹ بولتے تھے۔

ومنکم من لم یزک فی الصدقات فان اعطوا متحارصوا وان لم یعطوا متحارصوا اذ ہم یسخطون پلے ۱۴۔ اور ان (منافقین) میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بار میں آپ پر طعن کرتے ہیں۔ تو اگر ان صدقات میں سے

انکی خواہش کے موافق ہو لیا تاہم تودہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے انکو
(انکی خواہش کے موافق) نہیں ملتا ہے تودہ ناخوش ہو جاتے ہیں۔ الذین یلمزون المطہرین

من المؤمنین فی الصدقات الذین لایجدون الاجدہم فیخزون منہم بطلع ۱۵
چہ منافقین ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر طعن کرتے ہیں صدقات کے

بارے میں اور خاص کر ان لوگوں پر اور زیادہ جنکو مزدوری کی آمدنی کے سوا اور کچھ میسر
نہیں ہوتا تو یہ لوگ ایسے (نیک مسلمانوں کا) مذاق اڑاتے ہیں۔ لایستأذک

الذین یؤمنون باللہ والیوم الآخر ان یجادوا باموالہم وانفسہم والذین علیم بالمتقین
انما لیتأذک الذین لایؤمنون باللہ والیوم الآخر دار ثابت تلو یحکم فہم فی

رجعہم یتزدون بطلع ۱۶۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کیدل پر ایمان رکھتے ہیں
وہ اپنے مال و جان سے جھاو کرنے کے بارے میں آپسے رخصت نہیں مانگینگے (بلکہ

وہ حکم کے ساتھ ہی دوڑ پڑینگے) اور اللہ تعالیٰ پر سبیز گار دی کو خوب جانتا ہے۔ اللہ وہ
لوگ (جہاد میں جانے سے) ایسے رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن

پر ایمان نہیں رکھتے انکے دل تو شکوک میں مبتلا ہیں اور وہ اپنے شکوک میں جبراً میں
سیا الہیہ کا فرانہ کردار اور منافقانہ الطوار رکھنے والے انکو جزا حق میں کیسے شامل

کر لیتی۔ ما کان اللہ لیز المؤمنین علی ما امن علیہ حتی یشیر انحبیت من الطیب پ ۷

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتا جس پر تم اب جو تک
کہ ناپاک کو پاک سے متمیز نہ فرماوے۔ تعمیر انسانیت کے علمبردار انبیاء علیہم السلام

کے مقابلہ میں منکرین حق کی سرکشی اور ایذا رسانی میں ناقصین کی بد عہدی اور بد اخلاقی
ان تمام رکاوٹوں کے مناظر سے رکھتے ہوئے تاریخ کی ان عظیم الشان شخصیتوں کا عزم و استقلال

اور ان کی لگاتار کوشش کا تصور بھی پیش نظر رکھتے۔ وہ کونسی طاقت تھی جس نے
کفر کے لشکر کے مقابلہ میں انہیں ثبات قدم رکھا۔ اور وہ کونسا یقین تھا جس نے
انہیں ہراسنا نہیں ہونے دیا یہی ناکہ ان کے گفتار اور کردار میں للہیت تھی اور
حق کے مقابلہ میں تمام مخالف قوتوں اور مشکلوں کو ان کے اس جذبہ نیابت نے آسان کر دیا
تھا کہ زندگی کا مقصد صرف اصلاح و تعمیر ہے اور یہ کہ حق اپنی ظاہری شکست کے بعد بھی
حق اور باطل کی چند روز قمع آکا رہتا ہے۔ لہذا تبلیغ حق میں ثبات قدم رہنا حق پرستوں
کا شیوہ ہے۔ ایک عزم کی مضبوطی کی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ وہ مجرم انسانوں کی
تھے۔ لیکن بقا خدا و بشریت جیسا امت کی بد اعمالیوں کا انجام انہیں یحییٰ کر دیتا
تھا تو ناسید رسانی وقتاً فوقتاً ان کے عزم و سعی کو یوں آجارتی تھی کہ وہ لا تخرن علیہم ولا
فی ضیق مما یملکون ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محضون۔ سورتہ ۲۱۔

ان پر آپ غم نہ کیجئے اور وہ جو کچھ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوں
بیشک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں
حق کے دشمنوں کی سرکشی جب حد سے گزر جاتی تو اس حقیقت کو واضح کر کے راست
آب کو مطمئن فرمایا جاتا کہ تمہارا کام سمجھانا اور کوشش جازی رکھنا ہے۔ صحابہ
باطل کو درحقیقت تم سے کوئی پر خاش نہیں ہے اور بالواسطہ اگر تم سے ہے بھی تو
اس لئے کہ تم انہیں انکی خواہشات کی تابعداری سے روکتے ہو اور ایسے اصول
بتاتے ہو جو ان پر شایق گذرتے ہیں۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی
اوحننا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ وعلی ان اقموا الدین ولا تفرقوا
کیہ علی المشرکین ما ذکرہم الیہ شوریٰ علیہم یرد۔ (اللہ تعالیٰ) تم لوگوں کیلئے

وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جبکہ ہم نے آپ کے پاس وحی کے
 ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو روح ان سے
 ابتلا کے حکم دیا تھا اور ان کی امتوں کو یہ کہا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور
 اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ بشر کہیں کو خطبات بڑی گراں گذرتی ہے جسکی طرف آپ کی نگاہ
 بلا رہے ہیں۔ ایرشاد ہوتا ہے کہ تم ان کے انجام سے آزر رہو ہوتے ہو ایسا
 نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ حق کو سینے کے بعد انکی گمراہی تمہاری کوتاہ عملی کی
 دلیل نہیں ہے۔ لہذا اپنے فرض کے انجام وہی میں مشغول رہو۔ ہوا پرست اگر اپنی
 گمراہی پر ثابت قدم ہیں تو حق کے پرستار اسکی اشاعت میں سرگرم عمل کیوں
 نہیں۔ قد علم انہ لیسز تک الذی یقولون فاعلم لا یذنبونک و لکن الظالمین
 بآیات اللہ یحجبونک بفساد۔ تم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مقبوم
 کرتے ہیں سو یہ لوگ آپ کو جو غائب ہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں
 نہما علیک البلاغ و علینا احسان۔ اسکو سمجھیں کہ پہنچا دینا آپ کا کام اور سارا دنیا ہمارا کام
 طہرنا انزلنا علیک القرآن لتبین فی الایۃ مکرۃ لمن یشئ۔ ہم نے آپ پر قرآن مجید
 اسلئے نہیں اتارا کہ آپ تعلیم اچھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کیلئے (اتارا ہے)
 جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ سخن اعلم میا یقولون و ما انت علیہم بحجاب رفد کر یا القرآن
 من بجات و عید پشاع۔ جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں آپ انہیں
 (مغائب اللہ) حیر کرنے والے (کر کے) نہیں دیکھیں گئے) ہیں تو آپ تو قرآن
 کے ذریعہ سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہیں جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔
 فایز الیک فایزہ استقیم کما امرت و لا تتبع اہواکم پشاع۔ سو آپ اسی طرف

انکو برابر بلا جلیے اور جطرچ آپکو حکم کیا گیا ہے (اسپر مستقیم رہو اور انکی فاسد
 غواہیوں پر نہ چلیے۔ قرآن کریم میں نیا کو اصل کی صداقت و ثبات اور صبر آزما حالات میں انکے استقلال اور
 سعی پیہم کے اعلیٰ نمونے پیش کئے گئے ہیں جو تمام نیکیوں کا روئیے ایک سوہ اور مثال ہیں سلیم تمام انسانوں کو
 قوت استقلال اور اپنی تعمیری استعداد کو ترقی دینے کی ایک نہایت قیمتی اور قابل عمل تدبیر بتائی جو
 ایسا محامی ہوتا ہے کہ انسانی نفسیات کا ایک بہت بڑا عالم بہرسا اہمال و تجربہ کر کے بعد اسکی جو
 محاسن پہنچے ہو ایک ایسی صابرا ہے کہ ہم برسے جسے انسان کے کردار میں پائیداری اور ارادہ میں ثبات
 اور بقا ملے ہو۔ بلاشبہ خالق فطرت ہی فطرت شناس ہے۔ آپ مجموعی حیثیت سے تمام انسانوں کی روزمرہ
 زندگی کا جائزہ لیکر دیکھیں گے کہ اسکے کارخیز کی عمر کقدر کوتاہ اور سعی تعمیری کی مدت کتنی کم ہوتی جو
 ذرا اسلامی انقلاب اسکے اخلاق کا رنگ ہی بدل دیا کرتا ہے مگر اسلام کا ارشاد ہے کہ اس اصول
 انسان کے کردار کو بلند اور اسکے خلاق کو استوار رکھا جاسکے (۱) انسان ایسے کاموں کی پابندی ہے
 جسے روحانی توجہ کے علاوہ ایک ضابطہ پر پابندی کی حالت ہو اور اسے ایک روحانی قوت اور عزم و جہم کا
 (۲) بیجا بیانی یعنی گیر گیر کو کمزور کرنے والے صحت کو بر باد اور ذراغ کو مغل کر کے تمام کاموں سے
 قطعاً پرہیز کرے۔ (۳) جن کاموں سے انسان کے قریبی شوق دار اور تمام انبار جسے انسانیت
 و ہمدردی کے تعلقاً مضبوط ہوں انہیں اپنا ایمانی فرض سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔ (۴) امانت داری
 پابندی اور سچائی اور ایسے ہی اعلیٰ اخلاق اختیار کریں۔ ہم نے اوپر مندرجہ ذیل آیات کے
 اصول تحریر کر دیئے ہیں اب وہ آیات ملاحظہ ہوں

ان انفسان خلق ابو عا اذ امسہ الشر جزو عا و اذ مسہ الخیر منوعا الا انصلین الذین ہم علی صراط
 : انون و الذین فی اموالهم حق للساکن و المحروم و الذین یعیدون یوم الدین و الذین یحکم

من عذاب بعض شفقون ان عذاب بنم غیر مومن و الذین ہم لغرضهم حافظون الاعلیٰ انہم
 اہما لکلت ایانہم فاعلم غیر مومنین فمن تبغیٰ وراہ ذلک فاد لکلت ہم العادون و الذین ہم الامام
 و عہد ہم راعون و الذین ہم لشہادۃ اہم فامون و الذین ہم علیٰ اصلو اہم محافطون و لکلت
 فی جنت مکر مومن۔ انسان بہت کم مہنت پیدا ہوا، جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ایسا کر کے
 لگتا ہے اور جب فراغ البالی میسر ہوتی ہے تو بوجھل کرنے لگتا ہے مگر وہ نازی جو اپنی ناز و ن پر توجہ رکھتے ہیں
 اور جن کے مالوں میں انکے دلے اور نہ انکے دلے کا حق جزا اور جو قیامت کے دن پر اعتقاد رکھتے ہیں۔
 اور اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور واقعی انکے رب کا عذاب بخوف ہے کی چیز نہیں جزا اور وہ
 لوگ جو اپنی شرم گاہوں کو حرام محفوظ رکھتے ہیں مگر اپنی بیویوں اور (مال غنیمت کی عورتوں) سے
 اس میں انپر کوئی الزام نہیں ہاں جو انکے علاوہ اور جگہ بے جہان کی کہے ایسے لوگ حد شرعی سے
 نکلنے والے ہیں۔ (یہ جملہ محترضہ ہے) اور جو لوگ (اپنی سپردگی میں ملی ہوئی) امانتوں اور
 عہد و پیمان کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی ناز و
 پر پابندی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بہشتوں میں عرشے داخل ہونگے۔ سلام انسانی سعی کو فطرت کے تعبیر
 مقصد کی راہ میں اس جذبہ کے ساتھ جاری رکھنا چاہتا ہے کہ (۱) انسان کی اپنی سمجھوتہ
 محبت عداوت، تعلقاً مبالغہ و فرائض پر پابندی اور حقوق کی نگہداشت و عرض اس کے تمام اعمال تنقید
 ہو پر خدا کی نظام کو پھیلانے اور قول و عمل سے انکی اشتہار کرنے کی عرض می ہوں اور ہر کام میں اسکی خوشنودی
 پیش نظر ہے۔ اس جذبہ کا نمایاں اثر یہی ہو گا کہ ابھی کنکاش میں ہیں اور تو کا سوال اٹھ جائے گا
 افراد میں یہ جذبہ جتنا بڑھ گیا انکو کوری اتنی ہی پھیلے گی، فرد و جملہ کے حقوق محفوظ رہیں گے، ذاتی غرض میں
 نفس پرستی حق پرستی پر غلبہ نہیں آئے گی اور تعبیر انسانی کے پروگرام میں رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تین صلوٰتی
 و نسکی و حیانی و ماتی لہ رب العالمین۔ کہہ دیجئے کہ میری ناز اور قربانی اور میری صحت اور زندگی

اللہ رب العالمین ہی کیلئے ہوتا۔ واجب فرما کہ مع الذین یدعون رحمہم بالغدا، وہ العشتیٰ یریدون صحیح ۱۵
 اور آپؐ کیوں لوگوں کے ساتھ رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی اللہ وام) اپنے رب کی عبت
 محض اسکی رضا جوئی کیلئے کرتے ہیں۔ للفقہ اہل الذین احضروا فی سبیل اللہ الی قولہ تعالیٰ و
 ما تفرقوا من خیر فان اللہ بہ علیم پس غ (جہد ثانی) اصل حق ان حاکمہ و کما ہو و قیاس
 ہونے لگے۔ نبیوں اللہ کی راہ میں اور جو مال غنیمت حاصل کر کے جنگ میں
 کو اسکی خوب تلاش ہو۔ و اعلموا ان ما غنمتم من شئی فان اللہ حصہ اور جان رکھو کہ جو شے
 و کفایت بطور غنیمت تمکو حاصل ہو تو اسکا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا
 آپؐ غور فرمایا کہ قرآن کریم میں جا بجا اللہ - لوجه اللہ - اور فی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے کیا اسکا
 مدعا یہی نہیں کہ اسلام انسان فی قلب میں سچی تعمیری کی تحریک جاری رکھنے کیلئے اور اس میں ایک مضبوط
 کردار پیدا کرنے کی غرض سے تمام فانی تعلقات اور فانی کاموں سے اسکی نظر ہٹا کر ایک امر باخیر اور دائمی الشریعہ
 مہنت کی رضا جوئی پر مبنی اس کے پیش نظر کی ہو جسکی خوشنودی ہر فرد کو بغیر سے تمنا اور اسکی غیر مستقل
 قدردانی کی امید بے نیاز کر دیتی ہو کیونکہ انہیں کسی سہارا کو بہرہ منتقل نہ دیتا۔ و یطعمون الطعام
 علی حبیبہ مسکینا و یتیمًا و اسیرا انما نطعمکم لوجه اللہ لایرید منکم جزاء و لا شکورا (الدھر)
 وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں محض
 اللہ کی راہ پر کھلاتے ہیں تم سے کسی عوض اور شکریہ کے طالب کا نہیں ہیں۔ اسی جذبہ کو باقی رکھنے
 کیلئے ارشاد ہوا۔ لیس السیران لو لو او جو کم قبل المشرق و المغرب لکن اللہ من آسن باللہ
 و الیوم و الآخر و الملائکہ و الکتاب و النبیین و آتی المال علی حبہ ذوی القربی و الیتامی
 و المساکین و ابن السبیل و المساکلین و فی الرقاب اقام الصلوۃ و آتی الزکوۃ و اؤتوا
 لبعثہم اذا عاہدوا و العاہرین فی الیاس و الیاس و حنین الیاس و الیاس الذین

صدقہ و ادائیگہ ہم المستحقون۔ کچھ سارا کمال اسی میں نہیں دایا گیا کہ تم اپنا موہنہ مشرق
کی طرف کرو یا مغرب کی طرف اسی کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر دینے والا ہو
اور تمام کتب سادہ و پیچیدہ پر یقین رکھتا ہو۔ اور اللہ کی محبت میں رشتہ داروں و یتیموں اور
محتاجوں (دو غلین) مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی
کرتا ہو کو آواز بھی ادا کرتا ہو اور جو (اشخاص عقائد و اعمال کے ساتھ ساتھ یہ اخلاق بھی
رکھتے ہوں) اپنے عہد و زمانہ پر ادا کرتے و اپنیوں جب عہد کر لیں اور وہ لوگ مستقل رہیں
و اب ہوں تنگدستی بیماری اور لڑائی میں یہ لوگ ہیں جو سچے کمال کے ساتھ ہوتے
ہیں، اور یہی لوگ ہیں جو سچے متقی کہنے جاسکتے ہیں۔ اکثر نہیں بلکہ ہمیشہ ایسا ہی
ہوتا ہے کہ کسی کی طرف سے خلاف توقع کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو انسان اس کی امداد
و اعانت سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور اس ذاتی ان بن کی وجہ سے کبھی کار خیر میں بھی
رختہ پڑ جاتا ہے خدا تعالیٰ و جزا و سنیہ سنیہ مثلاً اہل کمالات انسانی کے موافق فیصلہ
دیتا ہے وہاں عالی ظرفی کی تعلیم دیتے ہوئے نیک کام کو اپنی طرف منسوب کے اسے
جاری رکھنے کی ہدایت بھی فرماتا ہے۔ ولایا تل اولوالفضل منکم و احسنہ ان یؤتو
اولی القربی و المساکین و المساجرین فی سبیل اللہ و لیعفووا و لیصفحوا لا تحبون
ان یعفو اللہ لکم و اللہ عفور الرحیم پ ۸۶ ع۔ اور جو لوگ تم میں اپنی بزرگی اور
دنیوی وسعت والے ہیں وہ اہل قراحت کو اور مسکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو
دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں انہیں عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے کیا تم یہ نہیں چاہتے
کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور و عاف کر دے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا
قرآن کریم ہمیں اطلاع دیتا ہے کہ سیاست خداوندی انسانیت کی ترقی پر ہے

کیلئے ہمارے اخلاق و کردار اور غم و ثبات کا امتحان کرتی رہتی ہے کیونکہ اس مقصد عظیم کی طرف جانے والی جماعت میں کمزور ارادہ، بدعہدہ، بدخلق اور عیش پرست لوگ ہرگز بھرتی نہیں ہو سکتے تا وقتیکہ وہ پہلے اپنے ان عیوب کی اصلاح نہ کر لیں۔

أحسب الناس أن يتركوا أن يقولوا آمنا وهم لا يفتنون ولقد فتنا الذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا وليعلمن الكاذبين نزل ع ۱۔

بعض مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور انکو (قسم قسم) کی آزمائشوں کا سامنا نہ ہوگا اور ہم تو (ایسے واقعات سے) ان لوگوں کو بھی آزمائشے میں جو اسے پہلے (مسلمان) گذر چکے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (ظاہری علم سے) جانکر رہیگا جو (ایمان کے دعویٰ میں) سچے اتھے اور جو جھوٹے اترے نفس کے زور سے وہ غنچہ داہوا بھی تو کیا

جسے نصیب نہیں آفتاب کا پر تو

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ جمیعین

من بیارہ و قرآن تو نازم باین قسمت
 رجب دل نمی دانم کہ قربانت چسان باشم

(مطلع ریاست)